رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۷۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

ایڈیٹر:- قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۷ | جولائی ۱۹۲۹ء مطابق محرم الحرام ۱۳۴۸ھ | جلد ۲۸

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
عالمگیر مذہب	۲۴۱–۲۵۰	مولانا چوہدری محمد یار صاحب مولوی فاضل
انجیلی تعلیمات (عیسائیت کی مایۂ ناز تعلیمات پر ایک نظر)	۲۵۰–۲۶۲	مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل اجمل
وفات مسیح پر ایک تاریخی دلیل (مع قصیدۂ عربیہ)	۲۶۳–۲۶۴	مولانا جلال الدین صاحب شمس مبشر ممالک اسلامیہ
مسیح کی بے پدر ولادت	۲۶۵–۲۷۰	" " " " " " "
پیدائش مسیح ازروئے بائیبل	۲۷۰	واقفکار
تحفۃ المتشیعین	۲۷۳–۲۷۷	مکرم مولانا سید صادق حسین صاحب اٹاوہ
کامیابی	۲۷۸	امام جماعت احمدیہ

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر پبلشر نے چھاپ کر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے لئے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وی پی آتے ہیں

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ٹھوس علمی مضامین سے مزین کر کے ہر مہینے بہتر لکھائی چھپائی اور کاغذ کے ساتھ تاریخ مقررہ پر احباب کرام کو پہنچایا جاتا ہے۔ اور گذشتہ سات سال میں اس کا ایک نمبر بھی ناغہ یا تاریخ سے پیچھے نہیں ہوا۔ کم از کم اسکی اتنی قدر دانی تو ہونی چاہیئے۔ کہ خریداران ریویو قیمت جو تین روپے سالانہ نہایت قلیل ہے وقت پر ادا فرمادیا کریں۔ ہم بجائے جنوری کے فروری میں وی پی کرتے ہیں لیکن پھر بھی کئی دوست ہیں جو وی پی انکاری کر دیتے ہیں ہمارا تین آنے نقصان کر کے بھی منشاء عالی سے اطلاع نہیں دیتے اسلئے رسالہ جاری رہتا ہے۔ اب جن دوستوں نے فروری میں وی پی واپس کر دیئے تھے یا انکی طرف سے ۱۹۲۹ء کا چندہ تاحال وصول نہیں ہوا۔ ان کے نام ماہ اگست کا رسالہ ۵ اگست کو وی پی ہوگا میں امید کرتا ہوں کہ اسے وصول فرما کر عنداللہ ماجور و عندی مشکور ہونگے ؛

احباب کرام کی خدمت میں کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے کہ رسالہ کی خریداری اتنی کم ہے جو معمولی اخراجات طبع کے لئے بھی کافی نہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ریویو کے لئے کم از کم دس ہزار خریدار ہوں اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنا رسالہ تشحیذ الاذہان بھی اسی لئے زمانہ خلافت خود میں بند کرا دیا کہ تمام توجہ ریویو اردو کی طرف دی جاسکے۔ باوجود اسکے اکثر پڑھے لکھے احمدی ایسے ہیں جو اپنے نام ریویو اردو جاری نہیں کراتے۔ اور چار آنے ماہوار دینا بھی انکو دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ آجکل رسالوں کا سٹائل بالکل بدل گیا ہے اور انکے ٹائیٹل پیج آرٹ پیپر کے ہوتے ہیں۔ مگر ہم فنڈ کی کمی کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتے۔ ورنہ یہ ایک معمولی بات ہے۔ تفریحی اور لائٹ لٹریچر کی ہر وقت ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ جو بعض حدیث العہد نوجوانوں کی طرف سے عذر کیا جاتا ہے کہ کچھ مزا نہیں آتا۔ قابل اعتنا نہیں۔ انسان کو کچھ اپنے علمی معلومات میں بھی اضافہ کرنا چاہیئے۔ ہر وقت تفریح کے لئے ہی رسالے یا اخبار نہیں دیکھے جاتے۔ ہماری ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں اور ایسی اعلیٰ کہ انکے لئے شائستہ اور علمی مذاق کی ضرورت ہے۔ میں خدا کے فضل سے ایسے مضامین شائع کر سکتا ہوں مگر یہ احمدیت کیلئے مفید نہیں۔ احمدیت اور اسلام کیلئے ایسے ہی مضامین مفید ہیں جو چھاپے جاتے ہیں۔ ہاں سلسلہ کے اہل علم و فضل احباب کا فرض ہے کہ وہ اس جہاد میں شریک ہوں اور بہتر سے بہتر علمی مضامین شائع کرنے میں ہمارے معاون ہوں ؛

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡن

سلسلہ کے نامور فاضل علامہ حافظ روشن علی صاحب کی وفات کی اطلاع بذریعہ اخبارات سلسلہ احباب کرام کو مل چکی ہے ہر طبقے ہر فرقے ہر عمر کے احباب نے اس نقصان کو محسوس کیا ہے مگر نبیوں کی جماعتیں کم ہمت نہیں ہوتیں وہ اپنے اوقات گرامی کو نوحہ خوانی میں صرف نہیں کیا کرتیں۔ فاضل نوجوان آگے بڑھیں اور اس جگہ کو پُر کریں۔ حضرت علامہ حافظ صاحب کی یادگار قائم کرنے کا سوال درپیش ہے۔ خواہ وہ کسی صورت میں ہو کہ

کہ آپکا ایک مکمل درس القرآن جلد سے جلد شائع کر دیا جائے مولانا اللہ دتا صاحب جالندھری اسکو مرتب فرما سکتے ہیں۔ دوم ایک سہ ماہی رسالہ شائع ہوا کرے جو تحقیقات علمی کا مخزن ہو اسکا ہر مضمون ایک مقام خاص شان رکھتا ہو۔ جس میں مختلف علماء و فضلاء اپنی مطالعہ اور ریسرچ کا نچوڑ پیش کیا کریں۔ اسکے متعلق بشرط ضرورت و تحریک مفصل پھر لکھا جائیگا ؛ (ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عالمگیر مذہب

(یہ وہ مضمون ہے جو جناب چوہدری محمد یار صاحب مولوی فاضل نے انجمن احمدیہ راولپنڈی کی طرف سے آریہ سماج راولپنڈی کی مذہبی کانفرنس منعقدہ ۲۷ اپریل میں پڑھ کر سنایا)

معزز حاضرین! دنیا کے نئے اور پرانے حالات سے واقف لوگ اس امر کو خوب جانتے ہیں کہ یہ زمانہ جس میں ہم اپنی زندگی گذار رہے ہیں پہلے زمانہ کی نسبت اپنے تمدن۔ معاشرت تہذیب اور علوم ظاہری میں بہت حد تک ترقی کر چکا ہے۔ اہل زمانہ کے دماغ پہلے سے بہت روشن ہو چکے ہیں اور دن بدن اس میں ترقی کر رہے ہیں۔ ہمیں جو آج ریل۔ موٹر۔ ہوائی جہاز ڈاک اور تار وغیرہ کا سلسلہ نظر آتا ہے اور پھر آئے دن سینکڑوں نئے انکشافات ہوتے رہتے ہیں یہ سب انسانی دماغ کی ترقی کا ہی کرشمہ ہے۔

میرے بھائیو! یہ ترقی اور روشن خیالی صرف دنیاوی امور تک ہی محدود نہیں ہی اور نہ ہی رہنا چاہئے تھی کیونکہ انسانی پیدائش کی غرض سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ اپنے حقیقی محبوب کا وصال حاصل کرے اور اس کے حصول کے راستہ میں جو روکیں ہیں ان کو بادِ تند کی طرح اڑا کر راستہ صاف کرے اور اپنی ہستی کو مٹا کر اس نہ مٹنے والی ہستی میں ہی محو ہو جائے۔ اس لئے ضروری تھا کہ انسان اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے کی طرف بھی توجہ کرتا اور پہلے کی طرح خوابِ غفلت میں ہی اپنی زندگی نہ گذارتا۔

یہی وجہ ہے کہ مذہبی دنیا کے خیالات میں بھی تبدیلی شروع ہو گئی۔ سورج چاند پتھروں اور درختوں کے پجاری ان سے دستکش ہو کر ایک خدا کی تلاش میں نکل پڑے۔ وہ جن کے مذہب کی بنیاد ہی کئی معبودوں پر تھی خواہ بطور نام ہی کیوں نہ ہو اصل توحید اپنے میں قرار دینے لگے۔ ہر انسان کو ایسے سچے مذہب کی جستجو پیدا ہو گئی۔ جو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنیوالا روحانیت میں ترقی دینے والا اور مذاہبِ عالم میں اتفاق و اتحاد کی بنیاد ڈالنے والا ہو تاکہ انسان جس طرح مادیات میں امن و آسائش کو حاصل کر رہا ہے اسی طرح وہ مذہبی فضاء میں بھی آرام کی صورت پیدا کرے اور صلح و آشتی سے زندگی گذار سکے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہی وہ تڑپ ہے جو ایک عالمگیر مذہب کا تقاضا کرتی ہے جسے پورا کرنے کیلئے مختلف مذاہب کے پیرو اپنے اپنے مذہب کو عالمگیر مذہب کی حیثیت میں پیش کر رہے ہیں۔ چونکہ اُن مذاہب میں سے جن کے ماننے والے انہیں عالمگیر قرار دیتے ہیں ایک مذہب اسلام بھی ہے۔ اس لئے ہمیں ضرورت ہے اس امر کی کہ عالمگیر مذہب کے معیار معلوم کریں اور پھر دیکھیں کہ ان کے مطابق کونسا مذہب تمام دنیا کا ہادی اور مصلح بن کر عالمگیر ہو سکتا ہے۔

معیار اوّل

سب سے پہلی بات جو عالمگیر مذہب کے لئے ضروری ہے کہ وہ مذہب خود اس بات کا دعویٰ کرے کہ وہ تمام قوموں اور ملکوں کا نجات دہندہ اور عالمگیر مذہب ہے تاکہ اس کے ماننے والوں کا یہ دعویٰ قابل قبول ہو سکے کہ ان کا مذہب ہی عالمگیر اور تمام مختلف قوموں کو اپنے ساتھ شامل کرنیوالا ہے۔

چنانچہ جب ہم تمام مذاہب پر غور کرتے ہیں تو ہمیں صرف مذہب اسلام ہی یہ دعویٰ کرتے ہوئے نظر آتا ہے جیسے کہ فرمایا:۔ تَبَارَكَ الَّذِی نَزَّلَ الفُرقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُونَ لِلْعٰلَمِینَ نَذِیرًا کہ اس منبع جمیع برکات نے قرآن کریم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لئے نازل فرمایا ہے کہ یہ تمام قوموں اور تمام ملکوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہو۔

اور پھر فرمایا۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (اعراف ع) کہ اے محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) تو لوگوں کو کہدے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تم سب کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہوں پھر ایک اور مقام پر فرمایا:۔ وما ارسلنٰک الا رحمة للعالمین کہ ہم نے تجھے تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

پس اسلام دوسرے مذاہب کی طرح اپنے عالمگیری کے دعویٰ میں خاموش نہیں ہے کہ اس کے پیرؤں کو اپنی طرف سے یہ کہنے کی ضرورت پیش آئے کہ ان کا مذہب عالمگیر ہے بلکہ وہ خود بار بار اعلان فرماتا ہے کہ میں تمام جہان کے لئے رحمت ہو کر آیا ہوں اس لئے وہی جس نے کہ خود بڑے زور سے یہ دعویٰ کیا ہے عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے۔

معیار دوئم

دوسرا معیار عالمگیر مذہب کی شناخت کا یہ ہے کہ ایسے مذہب کی جو ضرورت دنیا کو پیدا ہو رہی ہے اس کو وہ پورا کرنے والا ہو اور وہ اہم ضرورت غور کرنے سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک ہی اعلیٰ مذہب کو شناخت کر کے اس لئے اس میں داخل ہوں تا مذہبی فسادات کا جنہوں نے امن و آرام کی فضاء کو مکدر کر رکھا ہے ہمیشہ کے لئے سلسلہ بند ہو جائے اور تمام انسان آپس میں ملکر محبت اور اتحاد کی زندگی بسر کریں۔ اب جو مذہب بھی اس ضرورت کو احسن طریق پر پورا کریگا وہی عالمگیر کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس موقعہ پر بھی جب ہم تمام مذاہب پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صرف اسلام ہی ایسا مذہب نظر آتا ہے جو تمام دنیا کی مختلف قوموں میں صلح اور آشتی کا بیج بونے والا اور منافرت کو جڑوں سے اکھاڑنے والا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ایک مذہب سے تعلق رکھنے والا انسان اپنی ہر ایک پیاری سے پیاری چیز کو اپنے مذہب اور بانی مذہب کی عزت کے لئے قربان کر دیتا ہے لیکن اپنے مذہب یا اپنے ہادی کی عزت کو قربان نہیں کر سکتا۔ وہ یہ تو گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے مال و متاع کو چھوڑ دے اپنی جائداد سے بے دخل ہو جائے اپنے وطن کو قربان کر دے اپنے خویش و اقارب سے جدا ہو جائے لیکن وہ یہ قطعاً گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کے پیارے مذہب یا پیارے بزرگ کی توہین کی جائے +

اب اس حقیقت کو سوائے اسلام کے اور کسی مذہب نے مدِ نظر نہیں رکھا اسلام ہمیں یہ تعلیم نہیں دیتا کہ ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک اور غیر اقوام میں جو بزرگ ہستیاں ہوتی ہیں انکو بُرے ناموں سے یاد کرکے ان کے ماننے والوں کے دلوں کو مجروح کرو۔ اور نہ اپنے پیروؤں کو اسلام یہ کہتا ہے کہ صرف ملک شام کے بنی اسرائیل کے گھرانے کے انبیاءؑ ہی راستباز تھے اور باقی تمام ملکوں کے برگزیدوں کو چور۔ ڈاکو اور بدشمار خیال کرکے ان کے جان نثاروں سے عداوت اور بغض رکھو بلکہ اسلام کہ جو عین فطرتی مذہب اور تمام دنیا میں صلح اور اتحاد پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے فرماتا ہے:۔ (۱) وان من امة الا خلا فیھا نذیر (فاطرع) (۲) ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (نحل ع) کہ ہر قوم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے برگزیدہ انسان ہوتے رہے ہیں جو خدا تعالیٰ کی عبادت کا حکم کرتے اور بُرے کاموں سے روکتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے یہ شرط قرار دی ہے کہ اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان سب پر ایمان بھی لاؤ چنانچہ فرمایا۔ لا نفرق بین احد من رسلہ کہ ہم خدا کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے بلکہ سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور پھر فرمایا:۔ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک..... ......واولٰئک ھم المفلحون۔ یعنی وہی مسلمان نجات حاصل کرینگے جو نہ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بلکہ آپ سے پہلے جو بھی وحی اور الہام آچکا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں +

پس یہ خوبی صرف مذہبِ اسلام میں ہی ہے کہ جب یہ اپنے عالمگیر ہونے کی وجہ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسرے مذاہب کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے تو یہ نہیں کہتا کہ جن بزرگوں کو تم پہلے مانتے اور ان کی عزت کرتے ہو اب اُن سے کنارہ کش ہو جاؤ اور انکو جھوٹے دغاباز مفتری نہ صرف یقین کرو بلکہ رات دن ان کی دشنام دہی میں مصروف رہو تب مجھ میں داخل ہو سکتے ہو بلکہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ تم تمام ان بزرگوں کی عزت قائم رکھتے ہوئے جو گذشتہ زمانہ میں ہو چکے ہیں اس مذہب میں داخل ہو کر اعلیٰ کمالات حاصل کر سکتے ہو +

پس جو تعلیم اسلام نے پیش کی ہے اگر اس پر تمام مذاہب عمل پیرا ہو جائیں تو آج ہی تمام مذہبی جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور تمام دنیا نہایت اطمینان کی زندگی بسر کر سکتی ہے اسی کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا:۔ فَاِنْ اٰمنوا بمثل اٰمنتم بہ فقد اھتدوا و ان تولّوا فانّما ھم فی شقاق (بقرہ ع ۱۶) کہ اگر دوسرے مذاہب بھی تمہاری طرح ایمان لاکر تمام بانیانِ مذاہب کی عزت اور احترام کریں تو انہوں نے یقیناً امن اور اتحاد کے طریق کو معلوم کر لیا لیکن اگر وہ اس سے مُنہ پھیریں حالانکہ اے مسلمانوں تم حکم دیئے گئے ہو کہ تمام بزرگوں کا احترام کرو تو پھر دنیا میں منافرت اور پھوٹ ڈالنے والے اور جو فسادات رونما ہوتے رہتے ہیں ان کے ذمہ دار بھی وہی لوگ ہیں +

پس عالمگیر مذہب کی جو غرض و غایت ہے کہ وہ تمام مختلف اقوام میں اتحاد قائم کرنے والا ہو اس کو پورا کرنے والا صرف مذہبِ اسلام ہی ہے +

معیار سوئم تیسرا امر جو ایک عالمگیر مذہب کے لئے اس زمانہ کے حالات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تمام وہ امور جو اس مذہب کے اصول سے تعلق رکھتے ہیں نہ صرف ان کو وہ خود پیش کرے بلکہ ساتھ ہی ان کے دلائل بھی بیان کرے اور پھر اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے اس کی حکمت اور فلاسفی بیان کرے تاکہ اس زمانہ میں جو علم اور روشنی کا زمانہ ہے اور جس میں کوئی عقلمند انسان کوئی دعویٰ بغیر کسی دلیل کے سننے کے لئے تیار نہیں اور نہ کوئی عمل بغیر کسی فائدہ کے کرنے پر آمادہ ہے۔ وہ اپنے دلائل اور دلکش طرزِ بیان سے تمام متلاشیانِ حق کو اپنی طرف کھینچ سکے +

اس معیار کے مطابق بھی جب ہم تمام ان مذاہب پر نظر ڈالتے ہیں جن کے پیرو انہیں عالمگیر خیال کرتے ہیں تو ہمیں صرف مذہبِ اسلام ہی نظر آتا ہے جو ہر ایک ضروری دعویٰ کو خود بیان کرتا اور پھر ساتھ ہی اس کے دلائل بیان فرما کر تمام عقلمندوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے +

اسلام کا تمام امور سے زیادہ زور توحید باری تعالیٰ اور اس کی صفات پر ہے اس لئے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کو نہایت ہی عمدہ پیرایہ میں بیان فرما کر ہر قسم کے شرک کو جڑوں سے اُکھاڑ دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے:۔ قل اللہ خالق کل شیءٍ وھو الواحد القھار کہ خداوند تعالےٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہر ایک چیز کو پیدا کرنے والا ہے کیونکہ وہ ایک ہے اور تمام چیزوں پر اس کا غلبہ ہے۔ اب اگر خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق یہ تجویز کیا جائے کہ وہ بعض چیزوں مثلاً روح اور مادہ یا دوسرے ذرات کا پیدا کرنے والا نہیں بلکہ وہ پرمیشور کی مانند قدیم سے ہیں تو اس کی توحید ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ جب پرمیشور ہے اگر اُس وقت سے ہی روح اور مادہ موجود ہیں اور جس طرح خدا کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں اسی طرح انکا بھی کوئی خالق نہیں تو لازم آئیگا کہ وہ ازلی ہونے میں اور کسی کی مخلوق نہ ہونے میں خدا تعالیٰ کے شریک ہوں اور یہ اس کی توحید کے منافی ہے تو پہلی دلیل اس دعویٰ کی کہ خدا ہی ہر ایک چیز کو پیدا کرنے والا ہے یہ بیان فرمائی کہ وہ ایک ہے اس کی توحید ایسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے کہ کوئی چیز اس کے پیدا کرنے سے باہر نہ ہو اس دعویٰ کی پھر دوسری دلیل لفظ قہّار میں بیان فرمائی ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں پر خدا تعالیٰ کا غلبہ اور تصرّف ہے۔ یہ بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ وہ ان تمام کو پیدا کرنے والا ہے۔ اگر پرمیشور نے مثلاً روح اور مادہ کو پیدا نہیں فرمایا تو ہمیں ان پر اس کے غلبہ اور تصرف کی اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کیونکہ دنیا میں ہم جہانتک نظر ڈالتے ہیں ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہستی کا دوسری چیز پر غلبہ اور تصرّف تین وجہ سے ہو سکتا ہے اوّل اس طرح کہ وہ چیز اس شخص کو کسی کے ورثہ میں ملتی ہے مثلاً ایک باپ فوت ہو جاتا ہے تو اس کا بیٹا اس کی جائداد کا وارث ہو کر اس پر تصرّف کرتا ہے۔ دوئم اس طرح کہ کوئی بادشاہ دوسرے بادشاہ سے جنگ کرتا ہے اور اس کے ملک کو چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے اسلئے وہ اس پر غالب ہو جاتا ہے اور اپنے ارادہ کے ماتحت تصرّف کرتا ہے۔ تیسری وجہ کسی چیز پر حکومت اور تصرّف کرنے کی یہی ہو سکتی ہے کہ انسان اس کا بنانے والا ہو اس لئے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے اور اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ اس پر تصرّف اور حکومت کرے ؁

اب ان تمام وجوہات غلبہ اور تصرّف میں سے خدا تعالیٰ کے متعلق ہم سوائے اس کے کوئی بھی تجویز نہیں کر سکتے کہ وہ رُوح اور مادّہ کا پیدا کرنے والا ہے اسی وجہ سے وہ انپر غالب اور حاکم اور وہ اس کے محکوم ہیں۔ پس اسلام نے صرف یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ ہر ایک چیز کو پیدا کرنے والا ہے بلکہ اس آیت کریمہ میں اسکے دو زبردست ثبوت بیان فرمائے ہیں ؁

پھر قرآن کریم علیحدہ طور پر بھی روح کی پیدائش کے سوال کو اُٹھاتے ہوئے فرماتا ہے:۔

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً

کہ اے قرآن کریم کے پڑھنے والے وہ زمانہ آنے والا ہے جب تجھ سے لوگ رُوح کی کیفیات کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

متعلق سوال کرینگے کہ آیا یہ قدیم ہے یا حادث تو تو ان کو کہدے کہ روح میرے رب کے حکم سے پیدا ہوئی ہے کیونکہ اے سوال کرنے والو تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا اور ناقص ہے ۔

اب اس آیت میں بھی بڑے زور سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ روح قدیم اور ازلی نہیں ہے بلکہ خدا تعالےٰ کے حکم سے پیدا ہونیکے باعث حادث ہے اور پھر اس کا زبردست ثبوت بھی بیان فرمایا کہ اگر روح پرمیشور کی طرح قدیم ہوتی تو اسکے اور پرمیشور کے علم میں کوئی فرق اور امتیاز نہ ہوتا لیکن جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا علم تو کامل و مکمل اور روح کا علم ناقص اور محدود ہے پس روح کے علم کا پرمیشور کے علم کے مقابلہ میں ناقص ہونا اس امر کو روز روشن کیطرح ثابت کرتا ہے کہ روح خدا تعالیٰ کی طرح قدیم نہیں ہے بلکہ اس کی مخلوق اور پیدا کردہ ہے ورنہ ان دونو ہستیوں کے علم میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہونا چاہیئے تھا جبکہ وہ دونو ہی بغیر کسی امتیاز کے ازلی اور قدیم ہیں ۔

پھر ایک اور جگہ خدا تعالیٰ کی توحید کے بیان میں قرآن کریم فرماتا ہے ؛۔ ما اتخذ اللہ من ولد سبحانہ کہ بعض مذاہب کا جو یہ خیال ہے کہ خدا تعالیٰ نے کوئی بیٹا بنا لیا ہے یہ صحیح اور درست نہیں ہے کیونکہ خدا تو ایک پاکیزہ ہستی ہے ۔

اب یہاں بھی قرآن کریم نے صرف یہ دعویٰ ہی بیان نہیں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں ہے بلکہ اس کی ایک نہایت ہی زبردست دلیل بیان فرمائی ہے ۔ کیونکہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ نسل اس ہستی کی جاری کی گئی ہے جس پر فنا کا دور بھی آرہا ہے ۔ انسان اور دوسرے تمام جانوروں اور درختوں وغیرہ کی نسل اس لئے چلائی گئی ہے کہ وہ ہر دم فنا ہوتے رہتے ہیں اگر ان میں سلسلہ تناسل قائم نہ کیا جاتا ۔ تو آج دنیا میں کوئی انسان کوئی جانور کوئی درخت موجود نہ ہوتا لیکن سورج چاند اور دوسرے سیاروں پر اس دور کے باقی رہنے تک کوئی فنا نہیں تھی اس لئے ان کے لئے نسل کا سلسلہ جاری نہیں کیا گیا ۔

تو ہمیں قانون قدرت پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہو گیا کہ اولاد اور نسل کی ضرورت ہمیشہ اس ہستی کے لئے ہوتی ہے جو قابل فنا و زوال ہو تاکہ وہ اس کی قائم مقام ہو سکے لیکن جس ہستی پر فنا و نہ ہو اس کی اولاد کا سلسلہ بھی جاری نہیں ہوتا ہے ۔ اب قرآن کریم اسی نظریہ کو پیش کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ سبحانہ یعنی خدا تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ اس پر کبھی فناء اور زوال آئے کوئی وقت ایسا نہیں آسکتا جبکہ اس کی ہستی قائم نہ ہو اس لئے اسے کسی بیٹے کی بھی ضرورت نہیں ہے ۔

پھر اسلام اپنے پیروؤں کو جب یہ تعلیم دیتا ہے کہ تم خدا کی پرستش کرو تو اس کی بھی حکمت بیان فرماتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چنانچہ فرمایا۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا ربکم الذی خلقکم والّذین من قبلکم لعلّکم تتّقُوْنَ۔ کہ اے لوگو! اپنے اُس خدا کی عبادت کرو جو تمہارا پرورش کرنے والا اور ادنیٰ حالت سے ترقی دیکر اعلیٰ مقام تک پہنچانے والا ہے جس نے نہ صرف تم کو پیدا کیا بلکہ تمہارے بڑوں کا بھی پیدا کرنے والا ہے اور عبادت اس لئے کرو کہ لعلّکم تتّقون یعنی تم ہمیشہ کے لئے فنا سے محفوظ ہو جاؤ۔

اب اس آیت میں جب یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو تو انسان کو خیال ہو سکتا تھا کہ مجھے کیوں ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی بندگی کروں تو اس کے متعلق فرمایا کہ وہ تمہارا ربّ یعنی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت تک ترقی دینے والا ہے اور ہمیشہ تمہاری پرورش کرتا ہے پس اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس سے محبّت کی جائے اور پھر اس محبّت کا اظہار اپنے عمل سے کیا جائے۔ پھر یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ہمارے تو ماں باپ نے ہماری پرورش کی ہے تو فرمایا کہ ان کا پیدا کرنے والا وہی خدا ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پس اِن احسانات کی وجہ سے تم پر لازم ہے کہ تم اپنے مربّی اور محسن سے تعلّقات کو مضبوط کرو اور اس کی عبادت میں ہی لذّت اور سرور حاصل کرو۔ پھر یہی نہیں بلکہ اگر تم اس کی عبادت کرو گے تو آئندہ بھی وہ تم پر یہ احسان کریگا کہ تمہیں ہمیشہ کی زندگی جس کی انسان کو بہت تڑپ اور خواہش ہے عطا فرمائیگا اور فناء ہونے سے تم کو محفوظ کر لیگا کیونکہ تم اپنی ہستی کو فناء کر کے جب اس غیر فانی ہستی میں محو ہو جاؤ گے تو تم بھی فناء اور زوال سے محفوظ کیئے جاؤ گے +

میرے دوستو! کیا ہی عمدہ اور دلکش پیرایہ میں خدا تعالیٰ سے تعلّق قائم کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اگر ضرورت ہے تو اس امر کی کہ ہم تعصّب کو دُور کر کے مذہب اسلام کی خوبیوں پر غور کریں +

معیار چہارم

ایک اور خوبی جو عالمگیر مذہب کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس کی حفاظت اور نگرانی خود خدا تعالیٰ کرنے والا ہو کیونکہ ہمیں قانونِ قدرت پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ تمام دنیا اور تمام جہانوں کے لئے بناتا ہے اس کی حفاظت کا انتظام وہ خود اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے مثلاً انسانی زندگی کا دارومدار ہوا روشنی پانی وغیرہ پر تھا اس نے اپنی اس کی حفاظت کا وعدہ فرما کر اور پھر اس کے مطابق اس کی لفظی اور معنوی حفاظت اور نگرانی کر کے اسلام امر کو ثابت کر دیا ہے کہ اس کا یہی منشاء ہے کہ اب تمام دنیا میں پھیلنے والا مذہب صرف اسلام ہو

معیار پنجم

پانچواں امر عالمگیر مذہب کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ زندہ خدا کو پیش کرے اور اسی زندگی میں انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچا دینے کا مدعی ہو کیونکہ وہ مذہب جو صرف یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے قبول کرنے والے خداوند تعالیٰ کی رضامندی حاصل کر کے نجات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقیقی کو حاصل کر سکتے ہیں وہ اگر عشاقِ الٰہی اور متلاشیانِ حق تعالیٰ کے لئے نمونہ پیش نہیں کرتا تو ان کی ہمتیں پست ہو جائینگی اور ان کو صرف یہ کہدینا کہ تم اس سے محبت کرو اس کے راستہ میں ہر قسم کی قربانی کرو تمام دنیاوی عیش و عشرت کو چھوڑ کر صرف اس کے ہی ہو جاؤ اسکے بدلہ میں وہ تمھیں پھر کبھی انعام دیگا ان کی تسلی اور تشفی کا موجب ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ ان کی محبت اور عشق میں ترقی اس محبوب کے راستہ میں ہر قسم کی قربانی کرنے کی خواہش اور تڑپ اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ان کو یقین ہو کہ ہم اسکی ملاقات کبھی کر سکتے ہیں۔ یہ دعویٰ تو ہر ایک مذہب بڑے زور سے کر سکتا ہے کہ مجھ میں داخل ہونے سے ہی خدا تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے لیکن ایک محبوبِ حقیقی کی ملاقات کی تڑپ رکھنے والا انسان حیران ہو جاتا ہے کہ میں کونسا مذہب اختیار کرکے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہوں اسلئے عالمگیر مذہب کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس زندگی میں ہی خدا تعالیٰ کی ملاقات کرانے کا مدعی ہو اور پھر اس کے لئے کوئی نمونہ بھی پیش کرے تاکہ وہ اسکی تلاش میں سرگردان ہیں وہ اس کے آستانہ پر گر جائیں اور اپنی خواہش کو پورا کرکے دائمی نجات حاصل کر سکیں ؛

اس معیار کے مطابق بھی جب ہم تمام مذاہب کو دیکھتے ہیں تو ہمیں صرف اور صرف مذہب اسلام ہی اس امر کا مدعی نظر آتا ہے کہ وہ اس دنیا میں ہی اس محبوب کے چہرہ سے تمام نقابوں کو دُور کرکے اس کی ملاقات کا شرف بخشتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا:۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ کہ وہ جو اپنے خدا کو اپنا حقیقی مربی یقین کرکے اس پر استقلال سے جمے رہتے ہیں ان پر خدا تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جو انکو الہام اور وحی سے مشرف کرتے اور ہر ایک مصیبت اور غم ان سے دُور رکھتے ہیں اور اس طرح ان کو اس دنیا میں ہی جنّت اور حقیقی نجات حاصل ہو جاتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اُخروی جنّت کو بھی ضرور حاصل کرینگے جسکا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے ؛

اور پھر فرمایا:۔ واذا سئلک عبادی کہ اے قرآن کریم کو پڑھنے والے جب تجھ سے میرے وہ بندے جو مجھ سے ملاقات کی خواہش اور تڑپ رکھتے ہیں میری ملاقات کے متعلق سوال کریں تو انکو کہدے کہ میں انکے بہت قریب ہوں ان کی ہر ایک خواہش کو پورا کرونگا بشرطیکہ وہ مجھ پر حقیقی ایمان رکھنے اور میرے احکام کی اتباع کرنیوالے ہوں چنانچہ اس وعدہ اور فرمان کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مطابق مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے برگزیدہ انسان ہوتے رہے ہیں کہ جنہوں نے خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو کر اسی دنیا میں نجات کو حاصل کر لیا اور دوسرے مذاہب پر یہ واضح کر دیا کہ اگر تم بھی خدا تعالیٰ کی ملاقات کی خواہش رکھتے ہو تو اس مذہب میں داخل ہو کر اس مقصد کو پورا کر سکتے ہو ؀

میرے عزیزو! خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو بھی یونہی نہ جانے دیا بلکہ ایک شخص کو مذہب اسلام کی طرف سے زندہ خدا کا ثبوت دینے کے لئے کھڑا کر دیا خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوا۔ اس پر آئندہ آنے والے امور ظاہر کئے وہ جب تن تنہا تھا تو اسکو خبر دی کہ تیرے پاس کثرت سے لوگ آئینگے پھر جب تمام دنیا اس کی مخالف تھی تو اسکو بتایا کہ میں تیرے ساتھ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کر دونگا۔ پھر اسکو خدا نے یہ خبر دی کہ تیرے بعض ماننے والے دشمنوں کے ہاتھوں سے بکریوں کی طرح ذبح کیئے جائینگے۔ پھر اسکو غیر مذاہب کی سرکردہ ہستیوں کے متعلق اطلاع دی گئی کہ وہ اسلام کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک کیئے جائینگے۔ اور پھر اسکو عالم الغیب خدا نے جنگ یورپ اور زار روس کی تباہی کے متعلق پہلے سے خبر دی جس کو اس نے ان الفاظ میں فرمایا:۔

اک نشان ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد ؀ جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغزار

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس ؀ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

پس یہ تمام خبریں جو اس زمانہ کے مامور حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو خدا تعالیٰ کی طرف سے قبل از وقت بتائی گئی تھیں اور اسکے علاوہ آپ کی اور بیسیوں پیشگوئیاں لفظ بلفظ پوری ہوئیں ؀

یہ سب کچھ کیوں ہوا صرف اس لئے کہ تا دنیا پر یہ ثابت ہو جائے کہ مذہب اسلام زندہ خدا کو پیش کرتا ہے جو اسی دنیا میں انسان سے تعلق پیدا کرتا اور اس کو اپنے کلام سے مشرف فرماتا ہے جو اس بات کا بیّن اور واضح ثبوت ہے کہ آج دنیا میں اگر کوئی عالمگیر مذہب ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے ؀

معیار ششم

عالمگیر مذہب کے لئے ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ وہ تمام ان روحانی بیماریوں کا علاج کرنے والا ہو جو خدا تعالیٰ سے دُور کرنے والی ہیں اور ایسا مذہب وہی ہو سکتا ہے کہ جو دنیا میں اسوقت ظہور پذیر ہو جبکہ اس قسم کی تمام بیماریاں پیدا ہو چکی ہوں ورنہ اگر ان بیماریوں کے پیدا ہونے سے پہلے ہی وہ عالمگیر مذہب آ جائے تو وہ ان تمام بیماریوں کا علاج کس طرح کر سکتا ہے جو ابھی دنیا میں ظاہر ہی نہیں ہوئیں ؀

چنانچہ مذہب اسلام عین اس حالت میں آیا کہ جب دنیا کمال جہالت اور گمراہی میں تھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جیسے کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے:۔ ظھر الفساد فی البرّ والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون کہ اسلام کے آنے کے وقت خشکی اور تری یعنی تمام جہان میں لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد ظاہر ہوگیا تھا۔ اور پھر فرمایا:۔ یا اھل الکتاب ھل تنقمون منّا الّا ان اٰمنّا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل من قبل وانّ اکثرکم فاسقون۔ کہ اے تمام وہ لوگو جو پہلی الہامی کتابوں کو ماننے والے ہو چونکہ تم میں سے اکثر گنہگار فاسق اور خدا تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈالنے والے ہوگئے تھے اس لئے ہم نے قرآن کریم کو ہدایت کرنے کے لئے نازل فرمایا ہے۔

پس مذہب اسلام ہی اس لئے کہ وہ اسوقت آیا جبکہ تمام قسم کی روحانی بیماریاں زوروں پر تھیں تمام قوموں کا معالج بن کر عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے۔

مذہب اسلام کے مندرجہ بالا اور دیگر فضائل کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ٭ کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

خاکسار محمدؐ یار مولوی فاضل مبلغ جماعت احمدیہ قادیان

انجیلی تعلیمات

عیسائیت کی مایۂ ناز تعالیم پر ایک نظر

نمبر (۱)

دنیا کا ہر ایک مذہبی شخص اہل عالم کے سامنے اپنا یہی دعویٰ پیش کرتا ہے۔ کہ صرف وہی ایک مذہب جس پر وہ خود ایمان رکھتا ہے۔ اہل عالم کو حقیقی نجات تک پہنچا سکتا ہے۔ اور صرف اُسی ایک مذہب کی تعلیمات ترقیاتِ رُوحانی اور جسمانی کا انسان کو دائمی وارث ٹھہرا سکتی ہیں مگر حقیقتِ حال اُسوقت منکشف ہوتی ہے۔ جب انسان اپنی قوّتِ فکر سے کام لیتے ہوئے اُسکے باطن پر نظر دوڑائے۔ اور یہ دیکھے اور غور کرے۔ کہ آیا فی الواقع اُسکی مذہبی تعلیمات ترقیاتِ غیر متناہیہ کی طرف اِنسان کے قدم کو بلند بھی کرتی ہیں یا کہ نہیں۔ اور آیا حقیقتاً میدان عمل میں وہ تعلیمات اُسکے لئے خوش کُن نتائج پیدا کرتی ہیں یا کہ نقصان دہ نتائج۔ کیونکہ بالکل ایسا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ممکن ہے کہ ہم ظاہراً اُن تعلیمات کو نگاہِ قدر سے دیکھیں - اور یہ خیال کریں - کہ کیسی ہی اچھی یہ تعلیمات ہیں - مگر جب غور کرنے والے دماغ سے اُن پر دوبارہ نظر ڈالیں - اور عمل کرتے وقت اُن کو اپنے سامنے لا رکھیں - تو اسکی ناقابلِ عمل تعالیم دیکھ کر عقیدتمندی کے لباس کو پھینکتے ہوئے کسی اور مذہب کی طرف اپنا میلان ظاہر کریں +

پس اگر ایسا مذہب جو انسان کی عملی زندگی میں اُسکے لئے کارآمد ثابت نہیں ہو سکتا - اور ... ... جو انسانی حیات کے کسی ایک حصہ میں بھی اُسے ترقی کے بلند بام پر نہیں پہنچاتا - بلکہ بسا اوقات اسکی منازلِ حیات کو پُر کٹھن بنا کر کبھی اُسکی تمدّنی زندگی کو اور کبھی اسکی قومی حیات کو تنزّل اور انحطاط کی طرف لیجاتا ہے - وہ کبھی اس قابل نہیں ہو سکتا کہ سارے عالم کو تو کجا - کسی ایک قوم کو بھی اپنے مذہبی خوان پر رُوحانی طعام کھانے کے لئے مدعو کرے +

پس بہترین طریق کسی مذہب کی سچّائی دریافت کرنے کے لئے یہی ہے - کہ انسان اس کی تعلیموں پر ایک نگاہ دوڑائے - سرسری نہیں بلکہ گہری اور عمیق - ایسی نگاہ جو حُسن کو بخوبی جان سکے - ایسی نظر جو کسی درست نتیجہ پر اس انسان کو پہنچا سکے - اور پھر دیکھے کہ آیا اس کی عملی زندگی میں وہ مذہب اسکی پوری پوری رہنمائی کرتا بھی ہے یا کہ نہیں ؟

پس یہی غرض اپنے سامنے رکھتے ہوئے ہم اسوقت عیسائیت کی ان مایۂ ناز تعلیمات پر ایک نظر دوڑانا چاہتے ہیں - جنکو مقدس اناجیل میں بیان کیا گیا - اور جن پر عمل کرنے کے لئے حضرت مسیحؑ نے اِن الفاظ میں اپنے حواریوں کو مخاطب فرمایا - کہ :-

"جو کوئی میری یہ باتیں سُنتا اور اُنپر عمل کرتا ہے وہ اُس عقلمند آدمی کی مانند ٹھیریگا - جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا - اور مینہ برسا اور پانی چڑھا - اور آندھیاں چلیں - اور اُس گھر پر ٹکریں لگیں - لیکن وہ نہ گرا - کیونکہ اسکی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی تھی - اور جو کوئی میری یہ باتیں سُنتا ہے اور اُنپر عمل نہیں کرتا - وہ اُس بیوقوف آدمی کی مانند ٹھیریگا - جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا - اور مینہ برسا - اور پانی چڑھا - اور آندھیاں چلیں - اور اُس گھر کو صدمہ پہنچا - اور وہ گِر گیا - اور بالکل برباد ہو گیا" متی ۷/۲۴-۲۷

آؤ کہ اب ہم غور کریں - حضرت مسیحؑ نے وہ کونسی ایسی تعلیمات اہلِ عالم کے سامنے پیش کیں - جن پر عمل کرنے والا ایک ایسی مضبوط اور پائدار چٹان پر قائم ہو جاتا ہے کہ جسکے قدم کو نہ آندھیاں جنبش میں لا سکتی ہیں - اور نہ مینہ اور بارشیں - اور وہ کونسی ایسی تعلیمات ہیں کہ جن پر عمل نہ کرنے والا اُس احمق اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیوقوف کی مانند ہے۔ جس نے ریت پر اپنا گھر بنایا۔ اور معمولی بارش نے اُسکی بنیادوں کو بیک دفعہ ایسا صدمہ پہنچایا۔ کہ وہ گرا اور گر کر ہمیشہ کے لئے برباد ہوگیا ؎

پہلی انجیلی تعلیم

انجیل کی ایک تعلیم اور میرے نزدیک مایۂ ناز تعلیم وہ ہے۔ جو اِن الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ کہ :-

"میں تم سے یہ کہتا ہوں۔ کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُسکی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کُرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اُسے لے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لیجائے اُسکے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے۔ اور جو تجھ سے قرض چاہے اُس سے مُنہ نہ موڑ" متی ۵-۳۹-۴۲

اب اِس انجیلی تعلیم کی بالوضاحت حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم اِس تعلیم کے ہر ایک شعبہ کو نہایت گہری نگاہ سے دیکھیں۔ اور پھر سوچیں کہ اِس تعلیم کا ہر ایک حصّہ ہمیں کونسی ترقیات کا مستحق بناتا ہے۔ کیونکہ در اصل اعلیٰ تعلیم ہم کہتے ہی اُس تعلیم کو ہیں۔ کہ جس پر عمل کرنے سے انسان کی روحانیت میں یا اخلاق میں یا تمدّن میں نمایاں تغیّر پیدا ہو جائے۔ اور وہ اپنا قدم حیرت انگیز سرعت سے منازلِ عروج کی طرف بڑھتا ہوا پائے۔ ورنہ اگر عمل کرنے کے باوجود اُس کا قدم انحطاط اور تنزل کی طرف ہی گرتا چلا جائے اور یوماً فیوماً اُسکے اندر ادبار اور خُسران کے ہی آثار پیدا ہوتے جائیں۔ تو یہ بیّن ثبوت اُس تعلیم کے ناقص و غیر مفید ہونے کا ہوگا ؎

پس اِسی اصل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ انجیلی تعلیم جو تمام تعلیمات کا نقطۂ مرکزی ہے حقیقتاً چھ حصّوں پر حاوی و مشتمل ہے ؎

چنانچہ پہلا حصّہ اِس تعلیم کا یہ ہے کہ مفسدوں اور شریروں کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ بلکہ انہیں اُن کے حال پر ہی رہنے دیا جائے ؎

اور دوسرا حصّہ اِس تعلیم کا یہ ہے کہ عام ایذا دینے والے طبقہ سے ہمارا یہ معاملہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اگر ایک تھپڑ ماریں۔ تو ہم اپنا دوسرا گال بھی اُن کے آگے پیش کردیں۔ اور اس فرق کو بخوبی سمجھ لینا چاہیئے کہ پہلے حصّہ کے اشرار سے مراد تو صرف وہ مفسد ہیں۔ جو کہ قومی اور ملکی مفسد کہلایا کرتے ہیں۔ جن کا کام خرمنِ امن کو تباہ کرنا اور مُلکی نظام میں تفرقہ اور بدانتظامی پھیلانا ہوتا ہے۔ مگر عام ایذا دینے والوں سے وہ مُراد ہیں جو کسی فردِ واحد کو ایذا پہنچائیں۔ نہ کہ عام ملک میں نافرمانی اور بغاوت کی رُوح پھونکیں۔ پس پہلا حصّہ حضرت مسیحؑ کی تعلیم کا وہ ہے جو ایسے اشرار سے تعلق رکھتا ہے جو کہ ملکی مفاد کے خلاف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوششیں کرنے میں اپنی عمریں گذار دیتے ہیں۔ اور دوسرا حصہ اس تعلیم کا وہ ہے جو ایسے اشرار سے تعلق رکھتا ہے۔ جو ذاتی بغض و عناد سے برانگیختہ ہو کر دوسروں کے درپے آزار ہوتے ہیں۔ اور میرے اس قول کا واضح اور بیّن ثبوت یہی ہے کہ حضرت مسیحؑ نے بالکل ہی مختلف اور الگ الگ تعلیمات اسی ایک جگہ بیان فرمائی ہیں۔ اور ممکن نہیں کہ یہ تعلیمات کا اختلاف تعلیمات کے مواقع میں کوئی فرق پیدا نہ کرے۔ چنانچہ پہلی تعلیم آپ کی یہ ہے کہ "شریر کا مقابلہ نہ کرنا" اور دوسری تعلیم یہ کہ "جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے۔ دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے" اب "مقابلہ نہ کرنا" ایک اور مفہوم ظاہر کرتا ہے مگر "دوسرا گال بھی پیش کر دینا" بالکل اور مفہوم کی طرف ہمارے ذہن کو منتقل کر دیتا ہے۔ کیونکہ عدم مقابلہ میں گو انسانی ضمیر اپنی ہتک محسوس کرتی ہے۔ مگر وہ اس قدر ذلّت محسوس نہیں کرتی۔ جتنی وہ دوسرا گال بھی پیش کرتے وقت محسوس کرتی ہے۔ پس ایک موقع کے لئے آپ نے محض "عدم مقابلہ" کی تعلیم دی۔ مگر دوسرے موقع کے لئے اِس سے بھی زیادہ تذلّل کی یہ تعلیم کہ نہ صرف مقابلہ کو ترک کرو۔ بلکہ اپنا دوسرا گال بھی پیش کر دو۔ یہ تفاوت اور تبایُن ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اس تعلیم پر عمل کرتے وقت ایک جگہ پر تو محض شریروں کا مقابلہ ہی ترک کریں۔ مگر دوسری جگہ اُن کے آگے اتنا تذلّل اور عجز ظاہر کریں۔ کہ ایک گال پر تھپڑ کھا کے اپنا دوسرا گال بھی اُنکے آگے پیش کر دیں۔ اور جبکہ مفسدوں کا دوسروں کو تھپڑ مارنا اُنکے ذاتی بُغض و عناد کے ماتحت آجائیگا۔ تو لازماً اس تعلیم کا یہ دوسرا حصہ اُنہی مفسدین سے متعلق ہُوا جو دوسروں کو دُکھ پہنچا کر اپنا جوش نکالتے ہیں۔ مگر پہلا حصہ جو "عدم مقابلہ" کی تعلیم پر حاوی ہے۔ دوسری قسم کے اشرار سے تو تعلق نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ ہاں اور حکم ہے۔ پس اب یقیناً اس کا کچھ اور مفہوم ہوگا۔ اور اِن مفسدوں سے بعض اور قسم کے مفسد مراد ہونگے۔ اور عقل ہمیں اس موقع پر مجبور کرتی ہے کہ ان مفسدوں کو ہم ملکی اور سیاسی مفسد قرار دیں۔ جن کا کام امورِ سلطنت میں ابتری پھیلانا اور بغاوت کی آگ کو بھڑکانا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے مفسدوں کے متعلق حکومت کو حضرت مسیحؑ نے یہ تعلیم دی کہ "شریر کا مقابلہ نہ کرنا" اور اگر میرا یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ تو پھر عیسائیوں کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ انجیل سے حضرت مسیحؑ کی وہ تعلیم نکالیں جو باغیوں اور ملکی مفسدوں کے متعلق آپ نے بیان فرمائی ہوں۔ اور اگر وہ ایسی تعلیم کسی اور جگہ سے نہ نکال سکیں۔ تو پھر اسی استدلال کو وہ لاچار تسلیم کریں۔ ورنہ کہنا پڑیگا۔ کہ انجیل اپنی تعلیمات میں بالکل ہی غیر مکمل ہے۔ کیونکہ اتنے بڑے اہم پہلو کو نظر انداز کر دینا کبھی یونہی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اور میرا یہ استدلال اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تعلیم جب تک دو۲ پہلوؤں کے لحاظ سے بیان نہ کیجائے تب تک وہ کامل تعلیم نہیں کہلا سکتی۔ ایک اس کا پہلو ملکی اور سیاسی امورات کے متعلق ہو اور دوسرا پہلو لوگوں کی عام روش جھگڑوں اور لڑائیوں کے متعلق۔ پس حضرت مسیحؑ نے انہی دونو پہلوؤں پر اپنی تعلیم میں روشنی ڈالی۔ حکومت کو بھی ہدایت دیدی۔ اور لوگوں کی بھی اُنکے جھگڑوں میں رہنمائی کی۔ پس یہ دو۲ حصے اس تعلیم کے ہیں۔ جنہیں اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے +

تیسرا حصّہ اس تعلیم کا اُن لوگوں کے متعلق ہے جو نہ ملکی مفسد ہوتے ہیں۔ اور نہ ذاتی بُغض و عناد سے برانگیختہ ہو کر دوسرے کو از خود تکلیف اور دُکھ پہنچاتے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے ہاتھ سے تکلیف دینے کے بجائے عدالتوں تک انہیں گھسیٹتے ہیں۔ اور افسرانِ بالا کے ہاتھوں اُنہیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ گویا اُنہیں یہ پسند نہیں ہوتا کہ ہم اپنے ہاتھ سے دوسروں کے گال پر تھپڑ ماریں۔ بلکہ وہ خود دوسروں کے ہاتھوں سے اُنہیں تھپڑ لگواتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کے متعلق حضرت مسیحؑ نے یہ تعلیم دی۔ کہ وہ اگر مقدمہ اور نالش کر کے ایک کُرتا لینے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں تو اُنہیں نہ صرف کُرتا دیا جائے۔ بلکہ چوغہ بھی ساتھ ہی اُتار کر دیدیا جائے +

چوتھا حصّہ اس تعلیم کا شفقت علیٰ خلق اللہ کے پہلو کے ماتحت دوسروں کا بوجھ اُٹھانے کی نصیحت کے متعلق ہے۔ یعنی اگر ہم کو کوئی شخص ایک کوس اپنے ساتھ چلنے اور اپنا اسباب اُٹھانے کو کہے تو بجائے انکار کرنے کے ہمارا فرض ہوگا کہ ہم اُس کے بوجھ کو خود اُٹھائیں اور اپنے کندھوں پر اُسے دھر کر پورے دو۲ کوس اُسکے ساتھ چلے جائیں +

پانچواں حصّہ اس تعلیم کا سائلوں اور مانگنے والوں سے تعلّق رکھتا ہے۔ حضرت مسیحؑ یہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ جو بھی سائل آئے اُسے دیا جائے۔ اور جو کچھ مانگے اُسے سب کچھ دیا جائے +

چھٹا حصّہ اِس تعلیم کا دوستوں اور یگانوں سے تعلّق رکھتا ہے۔ حضرت مسیحؑ یہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ اگر تمھارے دوستوں کو قرض کی کچھ ضرورت پیش آجائے۔ تو تمھارا فرض ہے کہ بغیر اسکے کہ منہ بھی اُن سے موڑو۔ فی الفور اُن کے مانگنے پر اُنہیں قرض دے دو۔ اب اگر ذرا بھی سوچا اور غور کیا جائے۔ اور بغیر تعصّب یا عقیدت مندی کے اثرات کے اِن پر محض بالطبع ہو کر تدبّر کیا جائے۔ تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک دانا اور فہیم انسان میرے اس قول کے ساتھ اتفاق کریگا۔ کہ حضرت مسیحؑ کی یہ تعلیم اپنے ہر ایک شُعبہ میں کچھ ایسے نقائص و عیوب پر حاوی و مشتمل ہے کہ جن کی وجہ سے ہم اس تعلیم کو اپنی مدت العمر میں کبھی جامۂ عمل نہیں پہنا سکتے۔ تب اِس صورت میں یہ محض ہمارے کانوں کو خوش کرنیوالی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ٹھیریگی۔ نہ کہ حقیقتاً ہمیں کسی ترقی تک پہنچانے والی ؏

باغیوں کو سزا نہ دینا

بھلا کوئی بھی عقل اِس امر کو تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ شریروں کا مقابلہ نہ کرنا یہ کوئی خوبی کی بات ہے۔ اور اگر اسی نصیحت پر حکّام وقت کچھ مدّت عمل کریں۔ تو کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اُن کی حکومت کا وقار عالم میں قائم رہے۔ یقیناً اگر انتقام کا زبردست ہاتھ اُن ظالموں اور مفسدوں کے سروں پر سے اُٹھالیا جائے۔ تو مہینوں نہیں۔ دنوں اور گھنٹوں میں وہ عالم کو تہ و بالا کر ڈالیں۔ اور نیکوں اور شریفوں کا کہیں ٹھکانہ ہی دنیا میں نہ رہے۔ کوئی قتل کرے۔ ڈاکہ مارے۔ راہزنی کرے۔ دوسروں کی بے حرمتی کرے۔ لوگوں کے اموال کو دبائے۔ اُن پر ہر گھڑی لاکھوں نہیں کروڑوں ستم ڈھائے۔ مگر لوگوں کا کوئی حق نہیں کہ اُنکے حملوں کا دفاع کریں۔ حکومت کا کوئی فرض نہیں۔ کہ اُن کے لئے مناسب سزائیں تجویز کرے۔ کیونکہ حضرت مسیحؑ کا یہ قول اُنکے سامنے ہے کہ "شریر کا مقابلہ نہ کرنا" پس یہ تعلیم جو کہ انجیل میں حضرت مسیحؑ نے بیان فرمائی۔ یقیناً ایسی ہے کہ نہ تو حکّامِ وقت اِسپر عمل کر سکتے ہیں اور نہ کوئی۔۔۔ اِنسان اس پر عمل کرنے کے لئے طیار ہو سکتا ہے۔ بدی پر دلیری اِس سے پیدا ہو سکتی ہے۔ شریروں کی کثرت اس سے ہو سکتی ہے۔ ظلم اور تعدّی اور بغاوت اور حقوق النّاس کا غصب اس سے پیدا ہو سکتا ہے۔ اور جب ایسے خطرناک نتائج محض اتنی بات سے پیدا ہو سکتے ہیں کہ شریر کا مقابلہ نہ کیا جائے تو کیا ہمارا فرض نہیں ہوگا۔ کہ ہم اِس تعلیم کو اپنی عملی زندگی میں کسی لمحہ بھی راہبر یقین نہ کریں ؟

تھپڑ کھا کر دوسرا گال بھی پیش کرنا

پھر اگر دوسرے حصّہ پر ہی عمل کیا جائے۔ تو بھی یقیناً دنیا کا امن قائم نہیں رہ سکتا۔ اور لوگوں کی عزّتیں محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ بھلا کون ایسا شخص ہے کہ جو ایک گال پر تھپّڑ کھائے اور اپنا دوسرا گال بھی اُسکے لئے پھیر دے۔ اور تو الگ رہے۔ کیا عیسائی ہی اس تعلیم پر عمل کرنے کے لئے طیار ہیں؟ مجھے امید نہیں کہ وہ ایسا کرتے ہوں۔ اور یا کبھی بھی اس پر عمل کرنے کے لئے طیار ہوں ؏

لوگ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مصر میں ایک پادری روزانہ یہ وعظ کیا کرتا تھا۔ کہ دیکھو حضرت مسیحؑ کی یہ کیسی اعلیٰ تعلیم ہے کہ ایک گال پر تھپّڑ کھاؤ اور دوسرا گال بھی اُسکے لئے پھیر دو۔ ایک دن جونہی اُس نے یہ بات بیان کی۔ ایک مسلمان بھرے مجمع میں سے اُٹھ کر اُس پادری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے قریب گیا اور اُسکے گال پر تھپّڑ کھینچ مارا۔ وہ اپنی عزّت کے خیال سے آگ بگولا ہُوا۔ اور اُسے مارنے کے لئے اپنا ہاتھ اُٹھایا۔ وہ مسلمان کہنے لگا۔ جناب پادری صاحب! ذرا دوسرا گال بھی پیش کر دیجے۔ آپ تو مجھے مارنے پر اُتر آئے۔ یہ کیا ہُوا۔ کہ مسیح کی تعلیم کو آپنے اتنی جلدی فراموش کر ڈالا۔ وہ پادری بے ساختہ کہ اُٹھا کہ خیر اِسوقت تو مَیں صرف قرآن ہی کی اِس تعلیم پر عمل کرونگا کہ جزآءُ سیّئۃٍ سیّئۃٌ مّثلھا (یعنی ادلے کا بدلا)

الغرض یہ تعلیم گو نظروں میں نہایت اچھی دکھائی دیتی ہو۔ مگر عمل کے میدان میں بے شمار نقائص اپنے اندر رکھتی ہے۔ پھر اِس تعلیم میں اگر یہ کہا جاتا کہ جو کوئی تجھے مجرم سمجھکر جائز طور پر تجھے تھپّڑ مارے۔ تب تو اپنی دوسری گال بھی اُسکے لئے پھیر دے۔ خواہ وہ بلا وجہ ہی کیوں نہ ہو تیرا فرض ہے کہ دوسری گال بھی اُس کے آگے رکھدے۔ تو اِس صورت میں بغیر اس امر کے دیکھنے کے کہ آیا زید یا بکر کا قصور بھی ہے یا کہ نہیں۔ یونہی تنگ کرنے والے ہر ایک کے گال لال کرتے چلے جائینگے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے جائینگے۔ کہ لاؤ دوسرا گال۔ اور اگر ایسا ہی کرنے کی دنیا میں صرف ایک گھنٹہ کے لئے اجازت دے دی جائے تو کیا ایک ہی گھنٹہ میں ہزاروں اور لاکھوں قتل نہیں ہو سکتے۔ پس اِس تعلیم پر بھی عمل کرنا انسانی حیات کے منازل میں بہت سی مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔ جنکی وجہ سے زندگی کا ہر ایک لمحہ انسان کے لئے وبالِ جان ہو جاتا ہے ؏

قمیص کے علاوہ چوغہ بھی ہم اتار دیتا

اور اگر تیرے حصّے کو ہی قابل عمل سمجھا جائے اور اُسی کو انسانی زندگی کے لئے ایک لائق اقتداء تعلیم قرار دیا جائے۔ تو بھی یہ بعید از عقل بات ہو گی۔ جیسی کہ پہلی ہر دو تعلیمات۔

کیا لوگ اس امر کو نہیں جانتے کہ دنیا میں سینکڑوں مقدّمات محض جھوٹ اور افتراء کے طور پر کھڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر بعض مقدّمات کی بناء سچ پر بھی ہوتی ہے۔ تو بھی اُس کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے بہت سے جھوٹ تائید میں بولے جاتے ہیں۔ تب اِس صورت میں حضرت مسیحؑ کا ایسا فرمانا کہ جو کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کُرتا لینا چاہے اُسے چوغہ بھی لے لینے دے۔ ایسی مشکلات پیدا کر دیتا ہے کہ جنکا دور کرنا از حد مشکل اور مستبعد ہو جاتا ہے۔ تب بلا کسی وجہ کے لوگ اگر ایک مکان پر نالش کرینگے۔ تو ہمارا فرض ہو گا کہ ہم دوسرا مکان بھی اُن کے حوالہ کر دیں اور آپ صرف معمولی جھونپڑے بنا کر آسمان کو لحاف اور زمین کو فرش سمجھ کر اینٹوں کو تکیہ اور پتوں کو کھانا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرار دیکر اپنی زندگی کے ایّام گذاریں بھلا کونسا فہم اور کونسا دماغ اِس امر کو قبول کر سکتا ہے کہ بغیر سوچے اور سمجھے کے بغیر دیکھے اور بھالے کے بغیر دلائل سُننے اور سمجھنے کے ہم یونہی نالش کرنے والوں کو ایک نہیں دو دو چیزیں دیدیں۔ اپنے ہاتھ اُن کے آگے جوڑیں۔ اپنے سر اُنکے آگے جھکائیں۔ اپنی آنکھیں اُن کیلئے فرشِ راہ بنائیں۔ اور بڑی مودّبانہ شکل بنا کر اور انکساری سے عرض کریں۔ کہ آپ اگر ہزار روپیہ لینا چاہتے ہیں تو ہم قرض مانگ کر بھی۔ کپڑوں اور برتنوں کو بیچکر بھی دو ہزار روپیہ آپکے لئے مہیّا کر دینگے۔ اِس طریق پر اگر عمل ہونا شروع ہو جائے تو انسانی غیرت اور حمیّت پاش پاش ہو جائے اور اُس کی رذالت اور خساست بڑھتی چلی جائے اور دوسروں کا دباؤ اور رُعب اُسکے لبوں کو ہر دم خشک کرتا چلا جائے اور وہ ایسا ہو جائے کہ گویا دوسروں کی غلامی ہی اُسکی زندگی کا واحد مقصد مقرر کیا گیا ہے ؂

دو دو کوس اسباب اُٹھا کر لے جانا۔

پھر کیا جو تھا حصّہ اِس تعلیم کا انسانی فطرت کے مطابق اور اُسکی ضمیر کی آواز کے عین موافق ہے۔ ہمیں انکار نہیں کہ شفقت علیٰ خلق اللہ کے بغیر انسان اپنی روحانی زندگی کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ مگر شفقت علیٰ خلق اللہ کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان اپنے اہم فرائض کو پسِ پُشت پھینکر ادنیٰ ادنیٰ فرائض کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف و مشغول ہو جائے۔ اگر بوجھ اُٹھانا اور دوسرے کی مدد کرنا نہایت نیکی کا کام شمار کیا جاتا ہے۔ تو یہی نیکی کا کام اِس صورت میں بالکل ناقابلِ عمل تعلیم ہو جائیگی۔ کہ جب معمولی انسان کسی بڑے معزز آدمی کو تحکّمانہ لہجہ میں کہے کہ میرا یہ تمام اسباب اپنے سر پر اُٹھا کر دو چار کوس تک لے چلو۔ وہ معزز آدمی کیا اپنے اعزاز کا خیال نہیں کریگا۔ کیا اپنے رُتبہ اور درجے کا پاس نہیں کریگا۔ کیا وہ مخدوم ہو کر خادم ہو جائیگا۔ اور مالک ہو کر مملوک بن جائیگا۔ وہ دوسروں سے کام کروا سکتا ہے۔ وہ اُسکی مالی مدد کر سکتا ہے وہ چند قدم تک اُسکے اسباب کو بھی اُٹھوا سکتا ہے۔ مگر مزدوروں کی طرح کوس نہیں دو دو چار چار کوس تک اسباب اُٹھا کر کوئی بھی لے جا نہیں سکتا۔ اور اِس صورت میں ظاہر ہے کہ اِس تعلیم کی بے حُرمتی ہوگی۔ مگر اِس تعلیم کی آخر کیوں بے حُرمتی ہوئی کیا اسی لئے نہیں کہ یہ تعلیم ہی ناقابلِ عمل تعلیم ہے۔ یہ حکم ہی انسانی فطرت کے خلاف واقع ہُوا ہے۔ ہر انسان اپنا سر اپنے سے بڑے آدمی کے آگے جھکانا پسند کرتا ہے۔ احسان بیشک اچھی چیز ہے۔ غریبوں سے ہمدردی کرنا بیشک عمدہ وصف ہے۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں۔ مگر کب یہ حکم ہر انسانی طبقہ پر چسپاں کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے چھوٹے کی اور یا ہر چھوٹا اپنے سے بڑے کی بلا معاوضہ اتنی گہری خدمت کر سکے۔ کہو تو کسی مجسٹریٹ سے کسی تحصیلدار یا تھانہ دار سے۔ کسی معمولی سے معمولی سپاہی سے کہ یہ اسباب اُٹھا کر دو کوس تک لے چلو۔ وہ تمہیں کیا جواب دیگا۔ ایک معمولی آدمی سپاہی سے نہیں کہہ سکتا۔ ایک ڈپٹی کمشنر تحصیلدار سے ایسی خدمت نہیں کروا سکتا۔ پھر کب ایسی تعلیم دنیا کے لئے۔ ہر زمانہ اور ہر حالت کیلئے۔ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگوں کیلئے قابل عمل قرار دی جا سکتی ہے۔ یقیناً یہ تعلیم کا نقص ہوگا۔ جسکی وجہ سے عمل میں ایسا نقص پیدا ہوا ہے ؟

سائل کو اُسکی مطلوبہ چیز دینا

پانچواں حصہ اس تعلیم کا سائلوں اور مانگنے والوں سے تعلّق رکھتا ہے۔ جو ویسا ہی ناقابل عمل ہے جیسا کہ اور باقی حصے۔ حضرت مسیح نے یہ تعلیم دی اور لوگوں نے کہا کہ بڑی ہی اچھی تعلیم ہے کہ جو کوئی تجھ سے مانگے اسے دے۔ مگر افسوس کہ کبھی غور نہ کیا۔ کہ اگر زید جو کہ سائل ہے وہ ہم سے آ کر ہمارا وہ کوٹ مانگتا ہے جو کہ آج ہی ہم نے بہت سا روپیہ صرف کر کے درزی سے سلوایا ہے۔ اور جسے ہم نے شوق اور خوشی سے پہنا ہوا ہے۔ تو کیا ہم اِس تعلیم پر عمل کرنے کے لئے وہ کوٹ اُسے اُتار دینگے۔ بلکہ پگڑی بھی ساتھ ہی کیا اُسے دیدینگے۔ مگر اسی پر بس نہیں ابھی وہ سائل ہمارے پاس سے گیا اور کوٹ اور ہماری پگڑی ہم سے لے گیا۔ جھٹ دوسرا سائل آموجود ہوا۔ اور ہم سے ہماری قمیص مانگتا ہے۔ تو کیا اُسوقت ہم اپنی قمیص کے ساتھ اپنا پاجامہ بھی اُتار کر اُسے رُخصت کرینگے۔ اور کیا ہم پھر ننگ دھڑنگ ہو کر انجیل کی اس تعلیم کی تعریف میں رطب اللسان ہونگے یقیناً ہماری ضمیر ایک آواز بلند کریگی۔ وہ آواز محبّت کی آواز نہیں ہوگی۔ وہ آواز شوق اور خوشی کی آواز نہیں ہوگی۔ وہ ایک کراہت اور ناپسندیدگی کی آواز ہوگی۔ وہ ایک بیزاری کا اعلان ہوگا۔ جو ہر دم ان الفاظ میں ہمارے کانوں تک پہنچے گا کہ آہ میں اس تعلیم پر عمل نہیں کر سکتا ؟

قرضہ بغیر وصولی کی امید کے دے دینا

چھٹا حصہ اس تعلیم کا اپنے دوستوں سے قرضہ طلب کرنے والوں کے متعلق ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ بیشک قرضہ دینا اچھی چیز ہے۔ اور بیشک دوسرے کی مالی مدد کرنا انسان کا اخلاقی فرض ہے مگر جب ہمارے پاس پیسہ تک موجود نہیں۔ اور مانگنے والا ہم سے سو روپیہ مانگتا ہے۔ تب انجیل کی تعلیم تو یہ ہوگی کہ ہم اُسے قرضہ دیں اور مُنہ تک اُس سے نہ موڑیں۔ پھر کہاں سے ہم اُسے روپیہ کر دیں ؟

اس امر کو بھی اگر جانے دو۔ ہمارے پاس روپیہ بھی موجود ہے۔ تب قرضہ لینے والا آموجود ہوا۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ یہ دینے والا نہیں۔ اسکا معاملہ نہایت خراب ہے۔ تب اگر ہم قرض دیتے ہیں۔ تو روپیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہاتھ سے جاتا اور ہمیشہ کے لئے ضائع ہوتا ہے۔ اور اگر نہیں دیتے تو انجیلی تعلیم پر عمل نہ کرنے کا الزام ہمارے سر آتا ہے ٭

اور پھر تعجب تو یہ کہ انجیل سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایسے طور پر ہم اپنے دوستوں کو قرض دیا کریں کہ پھر اُسے واپس لینے کی کوئی امید نہ رکھیں۔ چنانچہ حضرت مسیح نے فرمایا۔ کہ:۔

"جو تیرا مال لے لے۔ اُس سے طلب نہ کر" لوقا ۶/۳۰

پھر فرمایا کہ:۔

"اگر تم اُنہیں کو قرض دو۔ جن سے وصول ہونے کی امید رکھتے ہو۔ تو تمہارا کیا احسان ہے۔ گنہگار بھی گنہگاروں کو قرض دیتے ہیں۔ تاکہ پورا وصول کرلیں۔ مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ اور بھلا کرو۔ اور بغیر نا امید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا" لوقا ۶/۳۴

تو گویا اس تعلیم کے لحاظ سے ہم قرض دیں اور پھر وصولی کی کوئی امید نہ رکھیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ آیا اس تعلیم پر لوگ عمل بھی کرسکتے ہیں یا کہ نہیں۔ ہم جانتے ہیں اور بخوبی جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی تعلیم ہے جس پر عمل ہونا کارے دارد ہے ٭

آہ افسوس اور صد افسوس۔ تعلیمات ایسی۔ اور دعویٰ اسکے مقابل پر یہ کرنا کہ ساری دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے صرف ہماری کتاب ہی نازل ہوئی۔ اور کبھی یہ نہ غور کرنا کہ بنی نوع انسان جن کی ہدایت کے لئے یہ کتاب نازل ہورہی ہے۔ وہ اِن تعلیمات پر عمل بھی کرسکتے ہیں یا کہ نہیں اور اگر بالفرض وہ عمل کرنے کے لئے طیار بھی ہوں۔ تو پھر کتنی بڑی شدید آفتوں کا اُنہیں سامنا ہو ٭ جبکہ دنیا ان ہدایتوں پر عمل نہیں کرسکتی۔ اور یقیناً نہیں کرسکتی۔ تو پھر آؤ کہ ایک لمحہ کے لئے تم اسلامی تعلیمات پر ہی غور کر دیکھو۔ شائد کہ دنیا کی بہبودی اور اُسکی ترقی کے طریق اور دنیا کے مفاسد کے بہترین علاج اُس کتاب میں ہی بیان کیئے گئے ہوں۔ جسکو اے عیسائیو! تم اس وقت جھٹلا رہے ہو ٭

اِسلامی تعلیمات

اسلام ہمیں کہیں یہ تعلیم نہیں دیتا کہ ہم شریروں کا مقابلہ نہ کریں۔ بلکہ وہ جو کچھ تعلیم دیتا ہے۔ وہ اس سے بہت زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ ہم بدی کے وجود کو ہی دنیا سے نیست و نابود کردیں۔ اور بدی کی جگہ صرف نیکی اور تقویٰ کے ہی شاندار نشانات ہر ایک جگہ قائم کردیں۔ وہ کہتا ہے کہ کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ کہ تم اُمتوں میں سے بہترین اُمت ہو۔ کام تمہارا یہی ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ بدی سے روکو اور نیکی کی تلقین اور تعلیم دو۔ وہ بدی کے وجود کو بھی از بس ضروری قرار دیتا ہے۔ اور اسلام ہمیں دفاع کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام ہمیں خود حفاظتی سکھاتا ہے۔ اسلام ہمیں اپنا وقار اور اپنی عزت قائم کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اسلام ہمیں اپنا رعب اور اپنا دبدبہ اشدّآء علی الکفار کے ماتحت اشرار پر قائم رکھنا ضروری قرار دیتا ہے۔ غرضکہ اسلام شریروں کے مقابلہ کی اجازت دیتا ہے۔ اُن کے دماغ کی کوئی مخالفت نہیں کرتا۔ ہاں وہ ایک اور اعلیٰ تعلیم دیتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم شریر سے نفرت نہ کریں۔ بلکہ شرارت سے نفرت کریں۔ اور ہم بدوں کو دنیا سے نیست و نابود نہ کریں۔ بلکہ بدی کے وجود کو دنیا سے مٹائیں۔ کیونکہ جب بدی مٹ گئی۔ تو بدی کرنے والے خود آپ ہی آپ نیک ہو جائینگے۔ اور شرارتیں کرنے والے خود بخود نیک چلن بن جائینگے +

چنانچہ اسکی زندہ اور بیّن مثال وہ واقعہ ہے۔ جو تواریخ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ابتداء نبوت میں طائف میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں کے رئیس سے آپ ملے۔ اور فرمایا کہ لوگوں کو جمع کرو تا انہیں میں اپنے رب کا پیغام پہنچا دوں۔ اُس نے بجائے اسکے کہ ایسا کرتا اور لوگوں کو آپ کی باتیں سننے کیلئے جمع کرتا۔ شہر کے شریروں اور بدمعاشوں کو اکٹھا کیا۔ اور کہا کہ لو یہ محمد (صلعم) ہے۔ اسے نہ چھوڑو۔ اُن بدبخت لوگوں نے پتھروں کی بوچھاڑ آپ پر شروع کر دی۔ آپ وہاں سے بھاگے۔ فرماتے ہیں کہ میں تین میل بھاگتا ہی چلا آیا۔ وہ لوگ مجھے پتھروں پر پتھر مارتے چلے آئے۔ اور میں نہیں جانتا تھا کہ میرا منہ کس طرف ہے۔ آپکے جسم اطہر سے خون بہہ رہا تھا۔ کہ اتنے میں پہاڑوں کا فرشتہ نمودار ہوا۔ اور اُس نے عرض کی کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے کہ میں آپ سے اجازت لوں اگر حکم ہو تو یہ دونو پہاڑ اِن طائف والوں پر گرا کر انہیں ہمیشہ کے لئے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں ایسا نہ کرنا مجھے امید ہے کہ خدا آئندہ ان کی نسل سے ایسی طیب ذریت پیدا کریگا جو نیکی اور تقویٰ کو دنیا میں پھیلائیگی +

پس اسلامی تعلیم کا مغز یہ ہے کہ دفاع کی اجازت ہے۔ اپنی عزت اور اپنے اموال کی حفاظت مومن کا فرض ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ جو اپنے مال یا اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے اُسے شہید سمجھا جاتا ہے۔ مگر بدی سے نفرت اور بدکار سے محبت ضروری ہے۔ شرارت سے نفرت اور شریر کی اصلاح کی طرف توجہ پھیرنا ضروری ہے۔ اور یہ وہ اسلامی تعلیم ہے۔ جو اُس انجیلی تعلیم سے ہزاروں درجے افضل و اعلیٰ ہے +

اسی طرح کہیں اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا۔ کہ جو کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے اسکی طرف اپنا دوسرا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گال بھی پھیر دیا جائے۔ بلکہ وہ جزآء سیئۃٍ سیئۃ مثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ کے مضمون کی طرف ہماری توجہ پھیرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انتقام لیکر تم اپنا دل ٹھنڈا نہ کرو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمھارے مدِ نظر محض یہ بات ہو کہ آیا انتقام سے اصلاح پیدا ہوگی یا بگاڑ۔ پس اگر انتقام سے اصلاح پیدا ہوتی ہو۔ تو انتقام لینا ہی ایک حد کے اندر بہتر ہے۔ ورنہ بصورتِ دیگر معاف کر دینا زیادہ مناسب ہے۔ اور اس صورت میں معاف کرنے والے خدا کے اجر کے مستحق ٹھہرینگے۔ اسی طرح بلاوجہ اور یا باوجہ نالش کرنیوالوں کے متعلق اسلام حکام وقت اور محکمۂ قضا کے والیوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ خود انصاف اور ہمدردی سے مقدمہ کے تمام حالات کا مطالعہ کریں۔ وہ غصّہ کی حالت میں فیصلہ نہ کریں۔ وہ ہرگز رشوت نہ لیں۔ اُن کے پاس کوئی سفارش نہ کیجائے اور نہ وہ سفارش کو قبول کریں۔ شہادت اور ثبوت پر مقدمہ کا فیصلہ کریں۔ شہادت اور ثبوت مدّعی سے طلب کریں ورنہ مدّعا علیہ سے قسم لیں۔ اور شہادت کے موقع پر یہ ضرور دیکھ لیں کہ شہادت دینے والے لوگ ثقہ اور معتبر ہیں۔ یونہی جھوٹے اور شہر کے اوباش لوگوں میں سے نہ ہوں۔ اور اسلام قاضیوں کے فیصلہ کے متعلق یہ حکم دیتا ہے کہ گو وہ غلطی کر سکتے ہیں مگر بہرحال چونکہ خصومات کا فیصلہ آخر انسانوں کو ہی کرنا ہے جو غلطی سے پاک نہیں ہو سکتے اور اسلئے بھی کہ آخر جھگڑے کو کسی خاص جگہ پر ختم کرنا ہی پڑتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو فساد اور انشقاق طول پکڑتا ہے ہر دو فریق کو قاضیوں کے فیصلہ کو قبول کرنا پڑیگا۔ خواہ وہ غلط مانیں یا صحیح۔ غرضکہ اسلام نالش کرنیوالے کو گرتا کے ہمراہ چوغہ بھی دے دینے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ وہ تمام کا تمام معاملہ قضا کے سپرد کر کے اُنہیں صلح اور محبّت کی طرف آمادہ کرتا ہے÷

اسی طرح اسلام ہمیں ہمدردی اور غریبوں سے محبت کے سلوک کی طرف متوجہ کرتا ہے مگر اپنی اپنی حدود کے اندر۔ ایک بادشاہ اپنی بادشاہت کے ساتھ غریبوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کر سکتا اور اُنکے بوجھوں کو اُٹھا سکتا ہے۔ اور ایک غریب اپنی غربت کے ساتھ دوسرے کی دلجوئی کر سکتا ہے۔ غرضکہ اسلام یہ نہیں کہتا کہ ضرور اسباب اُٹھاکر دو کوس یا چار کوس لیجاؤ۔ بلکہ وہ تمھیں اپنے دائرہ کے اندر رہنے کی وصیّت کرتا ہے اپنی حد کے اندر رہ کر اپنی عزّت اور اپنے وقار کو قائم رکھکر اپنی مالی وسعت اور اپنے انجام پر نظر رکھ کر دوسروں کا بوجھ اُٹھانے کی تلقین کرتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ ضرور رحم کا سلوک کرو۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ وہ آخر تمھارے بھائی ہی ہیں۔ اسی طرح اسلام سائلوں کے متعلق یہ تعلیم دیتا ہے کہ سائل کی حالت کا اندازہ کرو اور پھر اپنی حالت کا اندازہ۔ پس اگر وہ ایک آنہ دینے کے لائق ہے تو اُسے تم ایک آنہ ہی دو۔ خواہ وہ روپیہ مانگے۔ اور اگر تمھارے پاس آنہ نہیں تو پیسہ ہی دیدو۔ کہ خدا کے نزدیک اخلاص دیکھا جاتا ہے نہ کہ کمیت اور مقدار اور اسلام سائلوں کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عادتاً سوال کرنے سے روکتا اور منع کرتا ہے۔ اور یہی تعلیم دیتا ہے کہ انکو مناسب کاموں پر لگایا جائے۔ تا وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی روزی کما سکیں اور قوم میں سستی اور کاہلی ترقی نہ کرے ؛

اسی طرح اسلام قرض طلب کرنیوالوں کے متعلق بہت سے تاکیدی احکام دیتا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں کہ پاس روپیہ ہو تو ضرور دو۔ ہاں یہ خیال بھی رکھو کہ وہ امانت والا ہو اور خیانت کرنیوالا نہ ہو۔ نیز اُس قرض کے معاملہ کو تحریر میں بھی لاؤ۔ جس تحریر پر کم از کم دو گواہوں کی گواہی ثبت ہو۔ اور اس سے قرض کی ادائیگی کیلئے وقت بھی مقرر کر لو اور اُس سے پختہ اقرار لے لو۔ جسمیں حالات پیش آمدہ کے لحاظ سے اُس میعاد کو بڑھایا بھی جا سکتا ہے۔ اور اسلام کہتا ہے کہ سوال بہرحال بُری چیز ہے۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنی چادر کے موافق انسان اپنے پاؤں پھیلائے۔ تا زیادہ قرض لینے سے اُس کی حالت بہت کمزور نہ ہو جائے۔

پس عیسائیت کی اس تعلیم کا ہر ایک پہلو ناقص اور کمزور ہے اور اسلام اپنی تعلیمات کے ہر ایک حصہ میں غالب اور برتر ہے ؛ (باقی آئندہ)

وفات مسیحؑ پر ایک تاریخی دلیل

محمد بن علی ابن طباطبا المعروف بابن الطقطقی اپنی کتاب الفخری فی الآداب السلطانیۃ والدول الاسلامیہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۳ پر تحریر فرماتے ہیں:- "لمّا قبض رسول اللہ (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) ارتد ناس من الاعراب عن الاسلام وامتنعوا من اداء الزکاۃ وقالوا لو کان محمد نبیا لما مات فوعظهم ذوو اللب والعقل وقالوا لهم اخبرونا عن الانبیاء علیهم السلام هل تقرون بنبوتهم قالوا نعم قالوا فهل ماتوا قالوا نعم قال فما الذی تنکرونه من نبوۃ محمد علیه السلام فلم ینجع القول فیهم فجهز ابو بکر رضی اللہ الی کل طائفۃ منهم جیشا فتوجهت الجیوش الیهم وقاتلتهم وکانت الغلبۃ للجیوش الاسلامیۃ فابادتهم قتلا واسرا ورجع من تبقی منهم الی الاسلام وادی الزکاۃ"۔ جب رسول اللہ صلعم وفات پا چکے تو اعراب میں سے بہت سے لوگ مرتد ہو کر زکوٰۃ کی ادائیگی سے رُک گئے۔ اور انہوں نے یہ کہا کہ اگر محمد نبی ہوتے تو کیوں وفات پاتے تب ارباب عقل و دانش نے انکو نصیحت کی اور ان سے کہا کہ بتاؤ تو سہی کیا تم انبیاءؑ کی نبوّت کے قائل ہو یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں قائل ہیں۔ تو واعظوں نے کہا کیا وہ وفات پا گئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا نہیں انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تو پھر واعظوں نے کہا پس نبوّت محمد صلعم میں کونسی انوکھی بات تمہیں معلوم دیتی ہے۔ لیکن انکا یہ قول انہیں مؤثر ثابت نہ ہوا۔ تب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہر گروہ کے مقابلہ کے لئے ایک ایک لشکر روانہ کیا۔ لشکروں کی ان قبائل سے جنگیں ہوئیں اور فتح اسلامی لشکروں کو ہوئی۔ اور انہوں نے مرتدین کو قتل اور قید کرکے انکا نشان مٹا دیا اور جو کوئی باقی رہا وہ اسلام لے آیا اور زکوٰۃ ادا کرنے لگ گیا؛

پس اگر ان لوگوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں ایمان لائے تھے یہ عقیدہ ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان پر بیٹھے ہیں۔ تو وہ ضرور جواب میں اس کا ذکر کرتے مگر انکی خاموشی اور تمام انبیاءؑ کی موت کا اقرار اس بات کو بالوضاحت ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے۔ اب ہم ذیل میں ایک قصیدہ لکھتے ہیں۔ جو ہمارے ایک فلسطینی احمدی دوست نے لکھا ہے۔ اور ان کا نام مصباح الدین العابودی ہے۔ ان کے والد صاحب مرحوم فلسطین کے جیّد علماء میں شمار کیئے جاتے تھے۔ قصیدہ یہ ہے:-

الفجر لاح فدونك الانوار
ملأت بها الارياف والامصار
ولقد تجلت شمس احمد فی الوری
فامیط عن وجه الضلال ستار
الجاحدون مقالتی اهل الهوی
اعمتهم الارجاس والاوزار
فحماقةً زعموا المسیح بانّهٗ
صَعِدَ السماءَ وَجارَہٗ الجبّار
مهما یکن عیسیٰ فانّ محمداً
اسمی مقاماً ایها الاشرار
قد کان احدٰ خفض ذاك ورفع ذا
فلیز عمکم اهل النهی تختار
من منکم شهد المسیح میمّماً
اوج السماء وهل بها انذار

صبح منیر چمک اُٹھی۔ پس تو روشنی کو اختیار کر
شہر اور ویرانے اُس روشنی سے معمور ہو گئے
احمدؐ کا سورج کائنات عالم میں چمکا۔
پس گمراہی کے مُنہ سے پردے ہٹا دیئے گئے
میری باتوں کا انکار کرنے والے خواہش پرست لوگ ہیں
گندگی اور ناپاکیوں نے انپر احاطہ کر لیا ہے۔
بیوقوفی سے انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ مسیحؑ
آسمان کی طرف چڑھ گیا اور خدا کے پاس بیٹھا ہے
عیسیٰؑ جہاں کہیں بھی ہوگا۔ محمدؐ صلعم کا مقام
اس سے بلند تر ہوگا۔
حضرت عیسیٰؑ کے لائق یہی ہے کہ وہ پست ہوں اور محمدؐ صلعم بلند ہوں
تمہارے خیال میں بھی عقلمندوں کو ہی منتخب کیا جاتا ہے
تم میں سے کس نے مسیحؑ کو آسمان کی طرف قصد کرتے دیکھا ہے
کیا وہاں بھی کسی کو تبلیغ و انذار کرنا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قسمًا لعمر اللّٰہ تلک جہالۃ	خدا کی قسم یہ سب جہالت ہے۔ اور یہ قول
والقول ھذا اُسبّۃ وشنار	ایک گالی اور عیب ہے۔
انجیل عیسیٰ لم یقل فی رفعہ	عیسیٰؑ کی انجیل نے کہیں اس قسم کا ذکر نہیں کیا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ ہاں محمد مصطفےٰ صلعم نے اسکی موت کی خبر دی ہے
وبموتہٖ قد اخبر المختار	
فتدبّروا کتب السماء وآیہا	اے لوگو! الہامی کتابوں اور انکی آیتوں پر غور کرو۔
ودعوا العناد فاھلہٗ کفار	اور بغض و کینہ کو چھوڑ دو کہ یہ کفار کے لائق ہے۔

ہندو شاستر اور اصلاح و ترمیم

ہندو لا اینڈ ریسرچ ریفارمر ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام پونہ میں ایک آل انڈیا کانفرنس منعقد ہوئی اس میں بڑے ہندو ماہرین قانون جمع تھے۔ جناب مسٹر جسٹس مدگوکر جج ہائی کورٹ نے بڑے تسدید کے ساتھ فرمایا کہ :-

"اگر آج کسی شخص سے کہا جائے کہ آج کئی صدی بعد کے لوگوں کے لئے قوانین مرتب کرے تو اس سوال سے بڑھ کر حماقت اور کیا ہو سکتی ہے ...... اگر آج آئندہ صدیوں کے لئے قوانین نہیں بن سکتے تو کیوں سمجھا جائے کہ زمانہ ماضی میں ہمیشہ کے لئے قانون بن چکے ہیں۔ ہر قانون دان کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ منو کے قوانین کی وہی حیثیت ہے جو مغربی ملکوں میں سولن کی تھی۔ ہم ان کی عزت کر سکتے ہیں مگر اندھا دھند پیروی نہیں کر سکتے۔"

یہ الفاظ بہت ذمہ دارانہ الفاظ ہیں اور مسٹر کیلکر اور جیکر جیسے اکابر ہنود کے سامنے ہزاروں ہندوؤں کے مجمع میں کہے گئے ہیں۔ چونکہ زمانہ ترقی کر رہا ہے۔ اور ہندو رہنماؤں کو قدم قدم پر اپنے مذہب کی خامیاں ظاہر ہو رہی ہیں...... وہ اسلام اور دیگر تمدنوں کی خوبیاں دیکھ کر سراسیمہ ہو رہے ہیں۔ اسلئے انہوں نے سُرعت کے ساتھ اصلاح و ترمیم کا کام شروع کر دیا ہے۔ (منادی دہلی ۲۳ جون)

ایک ہندو کی نصیحت مسلمانوں کو

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی تحریک پر ہندوستان کے کئی ہزار مقامات پر سیرت رسول کے متعلق جلسے ہوئے۔ جن میں مسلمانوں کے علاوہ سکھوں اور ہندوؤں نے بھی تقریریں کیں۔ مگر بعض مقامات پر صرف اس قصور میں کہ اس تحریک کے بانی احمدی کیوں ہیں مسلمانوں نے مخالفت کی۔ چنانچہ پشاور میں جلسہ کے دوران میں گدھے چھوڑ دیئے گئے۔ لاہور میں بھی خفیف سا شور و شر پیدا کیا گیا۔ امرتسر۔ اور گوجرانوالہ میں بھی ان جلسوں کو جن میں صرف آنحضرت صلعم کے اوصاف و حقائق کا ذکر تھا۔ ناکامیاب بنانیکی کوشش کیگئی۔ مسلمانوں کی ان شرمناک حرکات پر گوجرانوالہ کا ہندو اخبار گوجرانوالہ گزٹ لکھتا ہے "آپس کے اختلافات کے باوجود حضرت محمد صاحب کی خوبیاں سننا کوئی معیوب بات تھی۔ جبکہ تمام دنیا آنحضرتؐ کی بزرگی و فضیلت کی قائل ہے افسوس مسلمانوں کے ذاتی اختلافات مشترکہ نیک مقاصد میں بھی روڑا اٹکا رہے ہیں" کیا ان الفاظ کا مسلمانوں پر کچھ اثر ہو گا؟ (کشمیری)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسیح علیہ السلام کی بے پدر ولادت

کرمکے بود م مرا کردی بشر
من عجب تر از مسیح بے پدر

انیس۱۹ سو سال کا عرصہ ہوا۔ جب حضرت عیسٰے علیہ السلام بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے مخالفین نے آپ پر بہت سے اعتراضات کرنے کے علاوہ آپ کی والدہ صدیقہ پر تہمت لگائی۔ رہا یہ سوال کہ انہوں نے حضرت مریم صدیقہ پر کیوں یہ بہتان باندھا۔ سو روایات قدیمہ کی بنا پر سوائے اس کے اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ حضرت مریم صدیقہ کا یہ دعوے تھا۔ کہ ان کا بچہ مسیح علیہ السلام بغیر مس بشر کے پیدا ہوا ہے۔ انجیل نے بھی اس کے بدون مس بشر ولادت کو ہی بیان کیا ہے۔ مسیحیوں نے بھی اس کی بے باپ ولادت کو ہی تسلیم کیا ہے۔ اگر درحقیقت مسیح علیہ السلام کا باپ ہوتا۔ تو وہ ضرور اس کی طرف اُسے نسبت دے کر یہود کو لاجواب کرتے پس یہود کا حضرت مریم کو اس وجہ سے زنا کی تہمت دینا کہ ان کا دعوٰی تھا کہ مسیح بدون مس بشر پیدا ہوا۔ اور اسیطرح جمیع فرق نصاریٰ کا اس کی بے باپ ولادت پر متفق ہونا اس بات کی قوی دلیل ہے۔ کہ واقعی وہ بے پدر تھے ؛

آپ کی ولادت کے تقریباً چھ سو سال بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ تب آپؐ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور راستبازوں پر جو جھوٹے الزام لگائے گئے تھے۔ ان کا بادلّہ قویہ ازالہ کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہود کے بہتان کی نہایت معقول پیرایہ میں تردید کی۔ مگر حضرت مسیحؑ کے والد کی طرف اشارہ تک نہ کیا۔ اور نہ ہی مسیحیوں کو اس بارہ میں جھٹلایا۔ کہ تم نے غلطی کی جو اسکو بے باپ مانا۔ اور نہ ہی یہود کو تنبیہ کی کہ مسیح علیہ السلام تو اپنے فلاں باپ کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے۔ تم کیونکر اُسے (نعوذ باللہ) ولدالزنا قرار دیتے ہو۔ بلکہ صریح طور پر اس کی بے باپ ولادت کی طرف اشارہ کیا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل امور سے ظاہر ہے۔

اوّل۔ اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ کی پیدائش کو حضرت آدمؑ کی پیدائش سے مشابہ قرار دے کر فرمایا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان مثل عیسٰے عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب الآیۃ۔ پس اگر اس کی پیدائش میں کسی قسم کی ندرت نہ ہوتی تو حضرت آدمؑ سے مشابہت دینے کی ضرورت نہ ہوتی۔

دوم۔ اگر مسیح علیہ السّلام کا باپ ہوتا۔ تو یہود کو بغیر ثبوت زنا کی تہمت دینے سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ ہی خدا تعالیٰ کو اس شد و مد سے ان کی ولادت کے متعلق بحث کرنے کی ضرورت تھی۔

سوم۔ بنی اسرائیل میں مروجہ عادت کے موافق انہیں ان کے باپ کی طرف منسوب کیا جانا چاہئے تھا نہ کہ ماں کیطرف۔

چہارم۔ جب ملائکہ نے حضرت مریمؑ کو بچہ پیدا ہونے کی بشارت دی تو اس نے حیران ہو کر کہا انّٰی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر کہ مجھے بچہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریمؑ بشارت سے یہی سمجھیں کہ بدون مس بشر بچہ پیدا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کیطرف سے جواب ملا۔ کذالک اللہ یخلق ما یشاء اسی طرح اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی بات کے پیدا کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو اس کے امر سے وہ چیز ہو جاتی ہے۔ پس بدون مس بشر بچہ پیدا ہونے سے استغراب کی ضرورت نہیں۔

پنجم۔ ماں باپ سے حسن سلوک کرنا اور ان کی توقیر و تعظیم اور عزت و احترام کرنا تورات کا حکم تھا۔ پس اگر مسیح علیہ السّلام کا باپ ہوتا تو وہ براً بوالدتی کہہ کر خاموش نہ ہو جاتے۔ بلکہ جیسا کہ یحیےٰ علیہ السّلام کے حق میں براً بوالدیہ آیا ہے اسی طرح وہ بھی براً بوالدیّ فرماتے پس قرآن مجید نے بھی مسیح علیہ السّلام کے بدون مس بشر ولادت پر صاد کیا۔ مگر اس پر جو یہود کی طرف سے حضرت مریم صدیقہ پر الزام لگایا گیا۔ اور اسی طرح غیر متناہی عجائبات قدرت الٰہی کے منکرین اور شیدائیان علوم غربیہ و فریفتگان فلسفہ ہاں ان کوتہ اندیش مدعیان احاطۂ قانون قدرت کا جن کی عقل (جسے بزعم خود قوانین قدرت کی محیط خیال کرتے ہیں) اس نظریہ کے ادراک سے قاصر تھی ان کیطرف سے جو الزام دیا جا سکتا تھا۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے علمی طور پر جواب دیا۔ اور ہر ممکن احتمال کا جو ارتکاب زنا کیلئے کسی کے واہمہ میں آ سکتا ہے۔ مدلل طور پر رد کیا ہے۔

(۱)

کوئی کہہ سکتا تھا کہ مریم علیہا السّلام ایک نہایت ادنےٰ خاندان سے تھی۔ اور اس کے آباؤ اجداد ایسے ذنوب کے مرتکب ہوتے رہتے تھے۔ اسلئے بعید نہیں کہ وہ بھی زنا کی مرتکب ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے اس کا بایں الفاظ جواب دیا ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العٰلمین کہ اس کا خاندان ایک نہایت پاکیزہ اور مقدس خاندان تھا۔ اس کے سلسلہ نسب پر کئی انبیا رہوئے۔ قاعدہ ہے کہ انسان اپنے خاندان کے تقدس اور پاکیزگی کی وجہ سے بھی گناہوں کے مرتکب ہونے سے بچتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ وہ باعث بدنامی خاندان ہو۔

(۲)

پھر کوئی کہہ سکتا تھا۔ مانا کہ انکی نسبت نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے لیکن سب سے زیادہ بچہ اپنی ماں کے اثرات کو قبول کرتا ہے۔ جیسے ماں کے افکار و خیالات ہوں ان کا بچے پر اثر پڑتا ہے اس کا یوں جواب دیا۔ اذ قالت امرأة عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا کہ اس کی ماں بھی نہایت عابدہ زاہدہ دیندار تھی۔ خدا تعالیٰ کے اوامر کی پابند تھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کیلئے اس بچے کو نذر اور خدمت دین کیلئے وقف کر دیا تھا۔ پس ضروری تھا کہ مریم علیہا السلام پر بھی اس کی والدہ کے تقدس اور پاکیزہ خیالات کا اثر پڑتا۔ اور وہ ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتی۔

(۳)

پھر ایک ذریعہ بدی سے بچنے کا دعا بھی ہے۔ اور وہ مریم کی ولادت سے پہلے ہی شروع ہو گئی تھی دعا کا ذکر کر کے اس کی والدہ کی اُمنگوں اور خواہشوں کا ذکر کیا ہے۔ جن کا بچے میں اثر ہونا ضروری تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کی دعاؤں کو قبول کیا۔ اور ہر قسم کے شیطانی وساوس اور خواہشات سے مریم کو اپنی پناہ میں لے لیا۔

(۴)

پھر جن حالات میں بچے کی پیدائش ہوتی ہے اور جو باتیں پہلے پہل اس کے کان میں پڑتی ہیں ان کا بھی اس پر اثر ہوتا ہے۔ تو اس کا اظہار کیا۔ کہ انکی ولادت کے وقت بھی ان کی والدہ کے منہ سے دعائیہ کلمات ہی نکلے تھے۔

(۵)

کوئی کہہ سکتا تھا۔ مان لیا کہ اس کے قدیمی آباؤ اجداد بھی نہایت صالح اس کا خاندان بھی نہایت مقدس اور انکی والدہ بھی نہایت عابدہ زاہدہ تھی لیکن مربی اور متکفل سپرنٹنڈنٹ کا اثر بھی تو بچے پر ہونا ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا مربی اور متکفل شخص اچھے اخلاق کا نہ ہو تو فرمایا۔ وکفلھا ذکریا کہ اس کا مربی و متکفل نہایت مقدس اور راستباز شخص تھا۔ اس لئے یہ بھی گمان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس کی بری تاثیر سے حضرت مریمؑ گناہ کی مرتکب ہوئی ہوں +

(۶)

بعض بچوں میں طبعی طور پر ایک چیز کی طرف میلان پایا جاتا ہے۔ اسی میلان کیوجہ سے اس امر میں بہ نسبت دوسری باتوں کے خوب ترقی کر سکتا ہے۔ یورپ کی ترقی کا یہ بھی راز ہے کہ وہ بچے کے طبعی میلان کو دیکھتے ہیں۔ پھر اس کے مطابق اسے صنعت یا علم سکھاتے ہیں چند ماہ کا عرصہ ہوا کہ رسالہ اللطائف المصوّرہ میں ایک ترکی لڑکے کی تصویر شائع ہوئی۔ اس کے متعلق لکھا تھا۔ کہ یہ امّی ہے لیکن مشکل سے مشکل حسابی سوالات کے حل کرنے میں خاص ملکہ رکھتا ہے۔ سینکڑوں ہزاروں سالوں کے منٹ اور سیکنڈ وغیرہ فوراً بتا دیتا ہے پس اسمیں ریاضی کے سیکھنے کیلئے میلان طبع پایا جاتا تھا۔ اسی طرح کوئی کہہ سکتا تھا۔ مانا کہ مریمؑ کا مربی بھی صالح شخص تھا لیکن مریمؑ میں بدی کے ارتکاب کیلئے میلان طبعی پایا جاتا تھا۔ اس کے کسی وقت غالب آنے پر اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہو۔ تو فرمایا کہ جب کبھی ذکریا اس کے پاس محراب میں جاتا اور اس کے پاس کھانے کی اشیاء (تحائف و چڑھاوے وغیرہ) دیکھ کر اس سے پوچھتا انی لک ھذا کہ اے مریمؑ یہ کہاں سے تیرے پاس آیا۔ کس نے دیا۔ تو آپ صغر سنی کی حالت میں یہ جواب دیتیں ھو من عند اللہ کہ اللہ تعالےٰ کے پاس سے ہے۔ اُسی نے بھیجا ہے اس سے بتایا کہ مریمؑ کے نفس کی یہ حالت تھی۔ کہ اس کی نظر خدا تعالےٰ پر ہی پڑتی تھی۔ بچے اکثر دینے والے کی طرف مائل ہوتے ہیں لیکن جب حضرت مریمؑ کو کوئی چیز دیتا تو وہ کسی کے دریافت کرنے پر خدا تعالےٰ کو ہی اس چیز کے بھیجنے کا اصل سبب قرار دیتی تھیں۔

(۷)

اگر کوئی بچہ بد اخلاق ہو۔ بدمعاش ہو۔ تو ایسا بچہ مانگنے کی کوئی خواہش نہیں کرتا۔ لیکن مریم علیہا السلام کی حالت دیکھ کر تو ذکریا علیہ السّلام جیسا صالح شخص بھی متاثر ہوا۔ (اور ایسے وقت میں جبکہ بظاہر اولاد کا ہونا ناممکن تھا۔ اولاد کا متمنی ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ سے زار وزار دعا کرنے لگا۔ کہ الٰہی مجھے بھی مریمؑ جیسی ہی ذریت عطا کر۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰؑ کی پیدائش کا ذکر کیا ہے۔ تا وہ مسیحؑ کی بے باپ ولادت کے سمجھنے میں ممد ہو۔

(۸)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان مذکورہ بالا حالات میں حضرت مریمؑ جوان ہوئی۔ اور جوانی کے جوش کے وقت بھی اسپر اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کا نزول ہوتا تھا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہمیشہ عبادت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں لگی رہتی تھی۔ اس لئے اس کا عالم علوی سے زیادہ تعلق تھا۔ نہ عالم سفلی سے۔ چنانچہ آیت واذ قالت الملئکۃ یامریم ان اللہ اصطفٰک وطھرک الایۃ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

پس مریمؑ صدیقہ عفیفہ عابدہ زاہدہ مذکورہ بالا صفات سے متصف تھیں۔ جبکہ اس حالت میں اللہ تعالٰے نے بواسطہ ملائکہ اُسے مسیح علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی تو اس نے کہا۔ انّٰی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر۔ کہ مجھے بچہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ عام قانون کے مطابق مجھے کسی بشر نے چھوا نہیں۔ قال کذالک اللہ یخلق ما یشاء اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ اسی طرح اللہ تعالٰے جو چاہتا ہے۔ پیدا کرتا ہے۔ جب کسی بات کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہو۔ تو اُسے کہتا ہے" ہو" تو وہ ہو جاتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالٰی جانتا تھا کہ ضرور بدقسمت اللہ تعالٰی کی بے انتہا قدرتوں کے منکر لوگ اس پیدائش پر اعتراض کریں گے۔ اس لئے اس کی ولادت کی بشارت دیکر اس مولود کی بعض علامات کا بطور پیشگوئی ذکر کردیا۔ تا وہ پوری ہو کر مریم علیہا السلام کی صداقت وعفت پر دلیل ہوں۔ چنانچہ فرمایا کہ وہ دُنیا و آخرت میں وجیہہ ہوگا۔ وہ مقربان بارگاہ الٰہی سے ہوگا۔ وہ بچپن اور جوانی میں لوگوں سے نہایت پر حکمت کلام کرے گا۔ اور وہ حلیم مزاج ہوگا۔ اور کوئی اس پر عیب نہ لگا سکیگا۔ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو کامل طور پر ادا کرنے والا ہوگا۔ اللہ تعالٰے اُسے کتاب اور حکمت سکھائیگا۔ اور وہ خدا کی طرف سے بنی اسرائیل کی اصلاح کیلئے بھیجا جائے گا۔ پس یہ تمام واقعات پورے ہو کر حضرت مریمؑ کی صداقت اور عفت کا ثبوت ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دیکھو ان آیات میں اللہ تعالٰی نے حضرت مریمؑ کی عفت اور راستبازی اور صداقت شعاری کو اس امر کی دلیل قرار دیا ہے۔ کہ وہ زنا کی مرتکب نہیں ہوئیں۔ مگر بعض کوتاہ اندیش خدا تعالٰی کی لامحدود قدرتوں کو اپنی ناقص عقل سے ماپنے والوں نے کہدیا۔ کہ" اگر کوئی عورت حاملہ پائی جائیگی۔ خواہ وہ عورت کیسی ہی پارسا اور صاحب عفت وعصمت ہو خواہ وہ بیت المقدس یا کعبہ کے اندر ہی رہتی ہو۔ وہ لاکھ دفعہ کہے کہ میں بغیر مرد کے حاملہ ہوئی ہوں۔ ہم اُسے جھوٹا ہی سمجھینگے"۔ یعنی بغیر کسی ثبوت اور گواہوں کے آیت والذین یرمون المحصنات میں مذکورہ وعید کو بالائے طاق رکھتے ہوئے برسر مجلس بآواز بلند زنا کی تہمت لگا کر اپنے کامل متقی ہونے کا ثبوت دیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے نادان اگر وہ واقعی صدیقہ اور راستباز اور مجسمہ عفت ہوگی۔ تو پھر اس کا قول جب تک کہ اسکے خلاف کوئی قوی ثبوت موجود نہ ہو ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اس معاملہ میں تو عورت کی پاکیزگی ہی قطعی ثبوت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو سکتی ہے۔ ورنہ اگر صاحب خاوند عورت پر بھی کوئی زنا کی جھوٹی تہمت لگاوے تو پھر بھی جو چیز اُسے اس تہمت سے بری کر سکتی ہے۔ وہ اُسکی پاک زندگی ہی ہوگی۔ ہاں اگر کہو کہ بلا باپ ولادت ناممکن ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ تم خدا تعالیٰ کے قوانین پر احاطہ کئے ہوئے ہو۔ کیا خدا تعالیٰ کی قدرت سے بعید ہے؟ کہ وہ بلا باپ پیدا کرے۔

تم سے تو حکیم جالینوس ہی اچھا رہا۔ جب کہ اس نے اپنی عقل اور تجربہ کو محدود خیال کر کے ایک سائل کے سوال (کیا انسان آنکھوں کی راہ سے سُن سکتا تھا؟) پر یہ جواب دیا کہ ہنوز تجربہ شہادت نہیں دیتا لیکن ممکن ہے کہ کوئی ایسی مشارکت کانوں اور آنکھوں کی مخفی ہو۔ جو کسی ہاتھ کے عمل سے یا کسی سماوی موجب سے ظہور* کا موجب ہو جائے۔ کیونکہ ابھی علم استدراک خواص مختتم نہیں۔

* پیٹریوں کی اس خاصیت کے ظہور کا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سرمہ چشم آریہ میں فرماتے ہیں۔ اسی طرح علامہ شارح قانون جو طبیب حاذق اور بڑا بھاری فلسفی ہے۔ ایک جگہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:۔

یونانیوں میں یہ قصے بہت مشہور ہیں۔ جو بعض عورتوں کو جو اپنے اپنے وقت میں عفیفہ اور صالحہ تھیں بغیر صحبت مرد کے حمل ہو کر اولاد ہوئی ہے۔ پھر علامہ موصوف بطور رائے کے لکھتا ہے۔ کہ یہ سب قصے افترا پر محمول نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ بغیر کسی اہل صحیح کے مختلف افراد اور مہذب قوموں میں ایسے عادی ہرگز فروغ نہیں پا سکتے ہیں۔ اور نہ عورتوں کو جرأت ہو سکتی ہے۔ کہ وہ زانیہ ہونے کی حالت میں اپنے حمل کی ایسی وجہ پیش کریں جس سے اور بھی ہنسی کرائیں۔ اور ہمیں اس بات سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ خواہ نخواہ ایسی تمام عورتوں پر زنا کا الزام لگائیں۔ جو مختلف ملکوں اور قوموں اور زمانوں میں مستور الحال گذر چکی ہیں۔ کیونکہ طبی قواعد کی رُو سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ وجہ یہ کہ بعض عورتیں جو بہت ہی نادر الوجود میں بباعث غلبۂ رجولیت اس لائق ہوتی ہیں کہ انکی منی دونوں طور پر قوت فاعلی اور انفعالی رکھتی ہو۔ اور کسی سخت تحریک خیال شہوت سے جنبش میں آ کر خود بخود حمل ٹھہرنے کا موجب ہو جائے۔ میں کہتا ہوں کہ ایسے قصے ہندوؤں میں بھی مشہور ہیں۔ سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان کی انہی قصوں پر بنیاد پائی جاتی ہے۔ غرض یہ خیال ہندوؤں میں کچھ پرانا چلا آتا ہے یہاں تک کہ رگوید میں لکھا ہے کہ ایک نیک بخت رشی کی لڑکی کو فقط اندر دیوتا کی ہی توجہ سے حمل ہو گیا تھا۔ اور ایسا ہی شمس قمر سے بھی شرفا آریہ کی پاکدامن لڑکیوں کو حمل ہوتا رہا ہے۔ اب ان قصوں اور کہانیوں کو جو بکثرت مختلف قوموں میں پائی جاتی ہیں۔ یکسر نہ مردود اور باطل سمجھ کر پایۂ اعتبار سے ساقط کر دینا حکیمانہ طریق نہیں ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر ان قصوں کو ان زوائد سے الگ کر کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیکھا جائے تو انکے نیچے وہی ایک دقیق خاصہ علم طبعی کا چھپا ہوا نظر آتا ہے جسکی طرف علامہ نے اشارہ کیا ہے۔ اور اس بات پر ضد نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ اگر یہ بات کچھ حقیقت رکھتی ہے۔ تو پھر عام طور پر کیوں وقوع میں نہیں آتی۔ کیونکہ اول تو یہ سوانح ایسے نادر الوقوع نہیں ہیں۔ جیسے آجکل کے نئے فلسفی انکو خیال کر رہے ہیں۔ بلکہ مختلف قوموں میں اس کے آثار سلسلہ وار چلے آئے ہیں۔ اگرچہ عبرانیوں میں تو صرف حضرت مسیحؑ اس طرز کی پیدائش میں بیان کئے گئے ہیں لیکن یونانیوں اور آریوں کی کتابوں میں انکی نظیریں بہت پائی جاتی ہیں۔ اور حال کے زمانہ اور اس کے قریب قریب بھی بعض ممالک کی عورتیں حملدار ہو کر ایسا کچھ بیان کرتی رہی ہیں۔ اب ان سب قصوں کی نسبت گو کسی منکر کی کیسی ہی رائے ہو۔ مگر صرف ان کے نادر الوقوع ہونے کی وجہ سے وہ سب کی سب رد نہیں کی جا سکتیں۔ اور ان کے ابطال پر کوئی دلیل فلسفی قائم نہیں ہو سکتی (سرمہ چشم آریہ طبع چہارم ص۲۴، ۲۵)

پھر میں کہتا ہوں کہ صرف اس بات سے کہ عقل انسانی بے باپ ولادت کی کنہ کو نہیں پہنچ سکی اسکو رد کرنا درست نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے جیسے اور دوسری نظریات کا جو آج سے چند سال معلوم نہ تھیں ذکر کیا ہے۔ اور آج تیرہ سو برس کے بعد علمی رو سے انکی تصدیق ہو رہی ہے۔ اسی طرح علم ابھی ترقی پر ہے ہو سکتا ہے کہ بعد میں علمی رو سے بھی ایسے معلومات بہم پہنچ جائیں جن سے بے باپ ولادت کو سمجھنا آسان ہو جائے دیکھو اس صدی میں آکر مریخ وغیرہ ستاروں میں مخلوقات کے متعلق رائے قائم کیگئی۔ مگر قرآن مجید نے آج سے تیرہ سو برس پہلے اس امر کی خبر دی تھی۔ جیسا کہ فرمایا۔ ومن آیاتہ خلق السموات والارض وما بث فیہما من دابۃ واللہ علےٰ جمعہم اذا یشاء قدیر۔ اسی طرح قوت جاذبہ کی تھیوری اسحاق نیوٹن نے معلوم کی اور ثابت کیا کہ زمین دوسرے کواکب سیارہ و ثوابت سے مربوط ہے۔ قوت تجاذب کے ذریعہ جو طبعی طور پر اجسام میں پائی جاتی ہے۔ اسی تجاذب کیوجہ سے کرۂ ارضیہ وسیع فضا میں بغیر سہارے کے قائم ہے پس قانون جاذبہ بین الاجسام ایک دوسرے پر اثر ڈال رہا ہے اور اس کے توازن کو قائم کر کے اسے ہلاکت و برباد ہونے سے محفوظ کئے ہوئے ہے۔ اور اس نظریہ کیطرف آیت ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکہما من احد من بعدہ میں اشارہ ہے۔ اسی طرح تھوڑی مدت ہوئی کہ جمادات میں بھی نر و مادہ کا وجود ثابت کیا گیا ہے۔ مگر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرما دیا ہے۔ ومن کل شیئ خلقنا زوجین۔ نباتات و جمادات و حیوانات سب میں نر و مادہ پایا جاتا ہے۔ پھر موجودہ سائنس دانوں نے یہ ثابت کیا۔ کہ زمین اور تمام اجرام سماویہ ایک کرہ کی شکل میں تھے پھر ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسرے سے آہستہ آہستہ علیحدہ ہوئے۔ چنانچہ یہی تھیوری آیت ان السمٰوات والارض کانتا رتقا ففتقنٰهما میں بیان کیگئی تھی۔ کہ اجرام سماویہ اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے بعض کو بعض سے علیحدہ کیا چنانچہ زجاج نے اس آیت کے یہی معنے کئے ہیں ضد الفتق یقال رتق الفتق ارتقه فارتتق ای التأم یعنے ان السمٰوات والارض کانتا شیئا واحدا ملتزقتین ملتصقتین ففتقنٰهما ای فصلنا بعضهما عن بعض بالهواء فی الفضاء زجاج کے اس قول اور موجودہ علماء ہیئت کے اقوال میں مماثلت تامہ پائی جاتی ہے پس اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی بے باپ ولادت کا ذکر کرکے بتا دیا ہے کہ بدون مس بشر بھی اولاد ہو سکتی ہے پس ہو سکتا ہے۔ کہ آئندہ علمی رو سے بھی یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچ جائے موجودہ علمی تحقیقاتیں جو اس نظریہ کے سمجھنے میں ممد ہو سکتی ہیں۔ وہ مکرمی برادرم ڈاکٹر شاہ نواز خانصاحب کے مضمون میں جو اسی رسالہ میں کنواری پیدائش کے عنوان کے ماتحت شائع ہو چکا ہے۔ قارئین کرام ملاحظہ فرما سکتے ہیں والسلام

(خاکسار جلال الدین شمس احمدی از حیفا فلسطین)

پیدائش مسیح از روئے بائیبل

واضح ہو کہ اناجیل میں (متی و لوقا) صریح طور پر مریم مقدسہ کیلئے "کنواری" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے بعض بے علم دہریوں، بہائیوں اور نیچریوں نے یہ دہوکا دیا ہے۔ کہ عبرانی میں لفظ کنواری کیواسطے جو لفظ مستعمل ہوا ہے اسکے معنے جوان "عورت" کے ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ محض ابلہ فریبی ہے۔ اور اسکی تردید یہ ہے۔ کہ زبان یونانی میں لفظ کنواری کا ترجمہ "پارتھے فاس" ہے دیکھو اصل یونانی یسعیاہ ۷/۱۴ متی و لوقا کے پہلے ابواب ترجمہ سیپٹواجنٹ میں مسیح سے تقریباً ۲۰۰ برس پیشتر علماء و فضلا کی ایک معتدبہ مسلمہ جماعت نے یہی لفظ "پارتھے فاس" کنواری کیلئے درج کیا یسعیاہ ۷/۱۴

اب ظاہر سے زیادہ ظاہر ہے کہ لفظ "پارتھے فاس" کے معنی ہیں "مجرد کنواری جو مرد سے محض ناآشنا ہو" دیکھو ڈاکٹر فاضل وبیٹر و ہیوپر کی ڈکشنری یونانی اور سمتھ بائیبل ڈکشنری۔

دویم فیصلہ کن یہ دلیل ہے کہ مقدس متی صاف طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ "جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کیساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھا آنے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی (انجیل متی)

ملحد اس پر یہ اعتراض کر کے دہوکہ دیتے ہیں کہ اکٹھا آنے سے مراد یہ ہے کہ "وہ شادی شدہ لوگوں کیطرح باہم اکٹھے ملکر نہ رہتے تھے مگر منگنی کے بعد مجامعت منگیتر سے گناہ نہ تھی پس یوسف کا حمل مقدسہ کو ہو گیا اگرچہ وہ اکٹھا ملکر ابھی نہ رہتے تھے"۔ اول تو یہ امر کہ منگیتر سے مجامعت جائز تھی تشریح و تفصیل طلب ہے جس کی اس مضمون میں گنجائش نہیں دویم ملحدوں نے بوجہ نہ جاننے زبان یونانی دہوکا کھایا ہے۔ یا تجاہل عارفانہ کو کام فرما کر عوام الناس کو دہوکا دیا ہے ورنہ اصل بات یہ ہے کہ الفاظ "اکٹھا آنا" کے لئے یونانی میں الفاظ ہیں "سیو التھائین" اس کے معنے ہیں مجرد مجامعت کیلئے اکٹھا ہونا

بر عکس کہنے والے جھوٹ کی پیروی کرتے ہیں۔ بالآخر ہم با آواز دہل کہتے ہیں کہ منکرین ولادت بے پدر کو اگر راست بازی مطلوب ہے تو اول تشحید الاذہان

دیکھو سمتھ بائیبل ڈکشنری مسٹر فاضل اور ڈاکٹر ہیوپر صاحب کی یونانی ڈکشنری پس اب جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ حمل سے پہلے مریم صدیقہ مجرد کنواری تھیں (جیسی تو جبریل سے فرماتی ہیں کہ مجھے تو کسی مرد نے چھوا تک نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحفۃ المتشیعین

نمبر (۴)

(سلسلہ کے لئے دیکھو ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ مئی ۲۹ ۱۹ء)

پانچویں حدیث۔ ابن جریر نے باسناد ابن وکیع حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی صلعم کالی صوف کا ایک کمل اوڑھے ہوئے نکلے پس حضرت حسنؓ تشریف لائے تو آپ نے ان کو اس کمبل میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت حسینؓ آئے انکو بھی پھر حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اُن کو بھی۔ پھر حضرت علی آئے اُن کو بھی کمل میں داخل کر کے فرمایا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ اور اس حدیث کو امام مسلم نے ابوبکر بن شبیہ سے باسناد محمد بن بشیر اسی طرح روایت کیا ہے۔ **جرح** اس روایت میں جو یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایکدن آنحضرت صلعم کالے صوف کا ایک کمل اوڑھے ہوئے نکلے۔ اس سے اگر یہ مراد ہے کہ حضرت عائشہؓ کے گھر سے باہر نکلے تو پھر کمل میں داخل کرنے کا واقعہ کسی دوسرے گھر میں ہوا ہوگا پس حضرت عائشہ رضؓ اس واقعہ کی چشم دید گواہ نہیں ہو سکتیں سوائے اس کے کہ وہ آنحضرت کے ساتھ گئی ہوں۔ یا اس موقع پر پہونچ گئی ہوں۔ مگر روایت میں یہ مذکور نہیں۔ پھر یہ حدیث اُن تمام حدیثوں کے مخالف ہے۔ جن میں کمل میں داخل کرنے کا واقعہ حضرت ام سلمہؓ یا حضرت فاطمہؓ کے گھر میں ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ابن حاتم نے ایک اور طریق کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس میں حضرت عائشہؓ کا یہ بیان درج ہے۔ کہ میں نے رسول خدا کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت علیؓ۔ فاطمہؓ و حسنینؓ کو بلا کر اپنا کپڑا اُن کے اوپر ڈالدیا۔ اور فرمایا۔ **اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی** الخ اور یہ بھی مذکور ہے کہ میں نے قریب جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں بھی آپ کے اہل بیت سے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ہٹ جا تو اس سے بہتری پر ہے۔ **جرح** اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عائشہ کے گھر کا ہے پس یہ حدیث اُن تمام حدیثوں کے مخالف ہے جنمیں ام سلمہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے گھر کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے علاوہ اسکے جب آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے یہ فرمایا کہ تو اس سے بہتر پر ہے تو پھر یہ فرمانے کی کہ ہٹ جا کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ازواج نبی تو حقیقتاً اہل البیت ہیں انکو دعا کے ذریعہ سے اہل بیت میں داخل کرنا تحصیل حاصل تھا تو پھر ازواج نبیؐ کو اہل بیت سے خارج کرنے کی کوشش سراسر فضول ثابت ہوتی ہے۔ **چھٹی حدیث** ابن جریر نے باسناد ابن مثنےٰ ابو سعید خدریؓ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روایت کی ہے۔ اس حدیث کی نسبت مفسر صاحب نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں اختلاف سا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ فضل بن مرزوق نے اس حدیث کو باسناد عطیہ و ابو سعید خدری ام المومنین ام سلمہ رضؓ سے روایت کیا ہے۔ اور یہاں ام سلمہ رضؓ کا واسطہ مذکور نہیں۔ اور ابن ابی حاتم نے ہارون بن سعد عجلی کی روایت سے بواسطۂ عطیہ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ **جرح** علاوہ اس اعتراض کے جو مفسر صاحب نے لکھا یہ حدیث قانون درایت کی رو سے بھی اعتراض سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آیت انما یرید اللہ الخ ہم پانچ آدمیوں میں اور علی رضؓ اور فاطمہ رضؓ اور حسن رضؓ حسین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔" مگر لفظ "اور" سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ آدمی علی رضؓ و حسنین رضؓ اور فاطمہ رضؓ کے سوا اور ہیں جن کے حق میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے پس یہ روایت بھی شیعوں کے دعوے کو باطل کرتی ہے۔ اور اگر حرف واؤ کو جس کا ترجمہ اور کیا گیا ہے تفسیری قرار دے کر یعنی کے معنی لیں تو یہ روایت قرآن کریم کے مخالف قرار پاکر رد کئے جانے کے لائق ہوگی۔ اور اگر یہ معنی لئے جائیں کہ آیۂ تو ازواج النبی ہی کے حق میں نازل ہوئی مگر بذریعہ دعا علی و حسنین رضؓ و فاطمہ رضؓ کو بھی اس میں داخل کیا گیا۔ تو اہل سنت کو کچھ مضر نہیں۔ **ساتویں حدیث** ابن جریر نے باسناد عامر بن سعد حضرت سعد رضؓ سے روایت کی ہے کہ جس وقت آنحضرت صلعم پر وحی نازل ہوئی تو آپؐ نے حضرت علیؑ مرتضے اور فاطمۃ الزہرا کو اپنے کپڑے کے نیچے داخل کر کے فرمایا ھولاء اھلی واھل بیتی **جرح** اس حدیث میں حسنین رضؓ کا نام نہیں نہ یہ مذکور ہے کہ یہ واقعہ کہاں گذرا۔ اور حضرت سعد کا چشمدید ماجرا ہے یا کسی سے سنا سنایا۔ **آٹھویں حدیث** امام مسلم نے باسناد یزید بن حبان زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ زید موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایکدن مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے مابین ایک پانی پر جس کو خم کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ سنانے لگے۔ آپؐ نے کتاب اللہ کے بارے میں بہت سی ترغیب دی پھر فرمایا۔ اور (دوسری چیز) اپنے اہل بیت (چھوڑے) چلا ہوں۔ اور تین دفعہ فرمایا۔ اذکرکم اللہ فی اھل بیتی۔ تب حصین نے زید بن ارقم سے پوچھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں۔ کیا آپؐ کے ازواج مطہرات آپؐ کے اہل بیت نہیں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ازواج مطہرات تو اہل بیت ہی سے ہیں۔ آپؐ کے اہل بیت وہ لوگ ہیں۔ جن پر آپؐ کے بعد صدقہ حرام ہے حصین نے کہا وہ کون ہیں۔ زید بن ارقم نے کہا وہ لوگ (حضرت) علی رضؓ اور عقیل اور جعفر اور عباس رضؓ رضی اللہ عنہم کی اولاد ہیں۔ حصین نے کہا کیا آپؐ کے بعد ان سب پر صدقہ حرام ہے۔ زید نے کہا ہاں۔ اور ایک روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ کہ جب زید بن ارقم سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں۔ کیا آپؐ کے ازواج مطہرات۔ انہوں نے جواب دیا نہیں اللہ کی قسم عورت تو کچھ عرصہ مرد کے ساتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رہتی ہے پھر وہ اس کو طلاق دیدیتا ہے۔ تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کے پاس چلی جاتی ہے۔ آپؐ کے اہلبیت تو آپؐ کے وہ خویش ہیں۔ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ (حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں) ایک روایت میں ایسا بھی واقعہ ہوا ہے مگر پہلی روایت بہتر ہے۔ اور اسی پر عمل کرنا لائق ہے اور احتمال ہے کہ دوسری روایت میں اہل بیت سے انہی لوگوں کی تفسیر کا ارادہ کیا ہے۔ جو پہلی حدیث میں مذکور ہوئے ہیں۔ یا یہ مراد ہو کہ اہل بیت سے فقط ازواج مطہرات ہی مراد نہیں بلکہ آپ کے یہ خویش و اقارب بھی آپ کی آل میں داخل ہیں۔ اور یہ احتمال زیادہ راجح ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں روایتوں اور قرآن کریم اور ان حدیثوں میں جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں اگر وہ صحیح ہو جاویں تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر وہ بات کہ قرآن مجید کے سوچنے سے جسمیں کچھ شک نہیں رہتا یہی ہے۔ کہ آپؐ کے ازواج مطہرات آیت کریمہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطہیراً میں داخل ہیں۔ اس واسطے کہ سیاق کلام انہی کے بارہ میں ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل اس سارے کلام کے بعد فرماتا ہے۔ واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ"

میں کہتا ہوں کہ حضرت زید بن ارقم کے بیان سے خود ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کو مقدم ذکر فرمایا اور اس کے بارے میں بہت سی ترغیب دی پس جب قرآن کریم کے الفاظ صراحتاً اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ آیۂ تطہیر ازواج النبیؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو پھر اس کے خلاف کوئی روایت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم خود فرماتا ہے فبأی حدیث بعدہ یؤمنون پھر زید بن ارقم نے اگر نصوص قرآنیہ کے خلاف کچھ سمجھا تو ان کی سمجھ ہرگز حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ "فہم الصحابی لیس بحجۃ" ہے۔ یہ دلیل کہ عورت کو جب طلاق دیدی جاتی ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کے پاس چلی جاتی ہے۔ اسلئے وہ اہل بیت میں داخل نہیں۔ اس موقعہ پر ہرگز صحیح نہیں کیونکہ قرآن کریم خود شہادت دیتا ہے کہ نبی صلعم نے ازواج مطہراتؓ سے بحکم خدا تعالیٰ یہ کہا۔ کہ اگر تم دنیا کی خواہشمند ہو تو میں تم کو طلاق دیدوں۔ مگر ازواج مطہرات نے دنیا پر لات مار کر خدا اور رسول کو پسند کیا۔ اور دین کو مقدم رکھا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے انکو اس امتحان میں پاس کر کے نبی صلعم کو حکم دیا کہ اب تم کو اور عورتیں حلال نہیں۔ نہ یہ حلال ہے کہ تم ان کے بدلہ میں کسی عورت سے نکاح کر لو۔ تو پھر ازواج مطہرات کی نسبت طلاق کا احتمال کہاں باقی رہا۔ بلکہ وہ قیامت تک کیلئے مومنین کی مائیں قرار دی گئیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم روحانی باپ ٹھہرے۔ لہذا زید بن ارقم کی یہ دلیل ازواج مطہرات کے متعلق تو بالکل بیجا ہے۔ پھر ایسے قیاسات بیجا علی العموم صحیح نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اگر عورت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طلاق کے احتمال کی بنا پر اپنے شوہر کے اہل بیت سے خارج کیجا سکتی ہے۔ تو بھائی بھتیجے نواسے وغیرہ ارتداد کے احتمال کی بنا پر اہلبیت سے خارج کئے جاسکتے ہیں پس ایسے قیاسات کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ دنیا میں اہل بیت کا وجود مفقود ہو جائیگا۔ ہمارا حسن ظن یہ ہے کہ حضرت زید بن ارقم نے نصوص قرآنیہ کے مقابلہ میں ایسے دُور از قیاسات سے کام لینے کی ہرگز جرأت نہ فرمائی ہوگی۔ کسی تقیہ باز راوی نے یہ روایت اُن کے نامِ نامی کے ساتھ چپکا دی ہے۔

آگے چلکر تفسیر مذکور کے صفحہ ۳۱۹ میں لکھا ہے" اور ابن ابی حاتم نے ابن جمیلہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ شہید کئے گئے۔ تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا پس ایکدن اسی اثنا میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک آدمی نے خنجر سے آپ کو زخمی کر دیا۔ پھر آپ اسی زخم کی وجہ سے کئی مہینے بیمار رہے۔ جب اللہ عزوجل نے آپ کو شفا دی تو منبر پر چڑھ کر فرمایا۔ اے عراق والو! تم لوگوں کو ہمارے بارے میں خوفِ خدا چاہیئے۔ خدا سے ڈرو کیونکہ ہم تمہارے امیر ہیں۔ ہم تمہارے مہمان ہیں ہم وہ اہلبیت ہیں جن کے حق میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرًا اسی آیت کو بار بار دہراتے رہے حتےٰ کہ سب اہل مسجد رو پڑے۔

سدّی نے ابو الدیلم سے روایت کیا ہے کہ علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے ایک شامی کو کہا کہ سُورہ احزاب میں تو نے یہ آیت نہیں پڑھی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرًا۔ اس نے جواب دیا پڑھی ہوئی ہے۔ اور بے شک تم وہی لوگ ہو۔ انہوں نے فرمایا ہاں :-

پھر اسی تفسیر کے صفحہ ۳۲۲ میں لکھا ہے۔ اہل بیت کی تعیین میں علماء کا اختلاف بعض کے نزدیک فقط ازواج رضی اللہ عنہا ہی اہل بیت ہیں بعض کے نزدیک فقط حضرت علی اور فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم اہلبیت ہیں۔ بعض کے ہاں یہ دونوں فریق اور باقی بنو ہاشم بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ مذہب راجح یہی ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی حاتم کی روایت میں جو حضرت امام حسن رضؓ سے یہ مذکور ہے کہ ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے حق میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرًا۔ اس کا مطلب صحیح یہی ہو سکتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی آیۂ تطہیر میں بذریعہ دعائے نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم داخل ہیں۔ اور یہ بات شیعوں کے لئے کچھ مفید نہیں۔ ہم اپنی رائے کی تائید میں شیعوں کی ایک نہایت معتبر حدیث پیش کرتے ہیں۔ جس سے وہ ایمانًا اور انصافًا انکار نہیں کر سکتے۔ نہ اس کی نسبت "تقیہ" کا احتمال پیش کر سکتے ہیں۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔ ملا باقر مجلسی کی کتاب جلاء العیون (مترجم اردو) مطبوعہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مطبع شاہی لکھنؤ کے صفحہ ۲۳۹-۲۳۰ میں لکھا ہے کلینی و ابن بابویہ و شیخ مفید اور شیخ طوسی اور جملہ محدثین نے بطریق بسیار امام حسنؑ و امام موسٰے کاظم و سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے۔ کہ وقت وصیت جناب امیرؑ نے تمام فرزندان اہلبیت اور اپنے سرداران شیعہ کو جمع فرمایا۔ اور امام حسن کو اپنا خلیفہ کہا..... بعد اس کے امام حسنؑ سے فرمایا اے فرزند گرامی تمہیں امام و خلیفہ میرے بعد ہو۔ اور میرے قاتل کے قصاص میں تم کو اختیار ہے اگر چاہنا اوس سے عفو کرنا۔ اور اگر چاہنا ایک ضرب سے اُسے مار ڈالنا اب میری وصیّت لکھو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وصیت نامہ علی بن ابیطالب کا ہے۔ کہ واحدانیت حق تعالےٰ پر گواہی دیتا ہے اور یہ کہ اُس کا شریک کوئی نہیں۔ اور گواہی دیتا ہے کہ محمدؐ بندہ و رسُول خدا ہیں۔ کہ انکو واسطے ہدایت دین حق کے بھیجا کہ اُسکے دین کو سب دینوں پر غالب کرے۔ ہر چند مشرکین نہ چاہیں پس جانو کہ میری نماز اور حج اور عبادت اور زندگی اور موت سب پروردگار عالم کیجانب سے ہے۔ اور کسی کو میں اُسکا شریک نہیں کرتا۔ اور اس پر مامور ہوا ہوں۔ اور از جملہ مسلمانان ہوں میں تم کو اے حسنؑ اور جمیع اہل بیت اور اپنے فرزندوں کو وصیّت کرتا ہوں۔ کہ جسے یہ نامہ پہنچے بتقوےٰ و پرہیزگاری خداوند عالمیان زندگی کرے اور نہ مرے مگر بدین اسلام اور ریسمان خدا سے کہ کتاب خدا اور اہل بیت رسُول خُدا ہیں متمسک رہنا اور سب طریقہ حق پر مجتمع رہنا اور پراگندہ نہ ہونا۔ بدرستیکہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے۔ اِصلاح درمیان مردم بہتر نماز و روزہ سے ہے۔ اور خدا سے درباب اصحاب پیغمبر خدا ڈرو۔ اور انکی رعایت کرو۔ کہ انہوں نے کوئی بدعت دین خدا میں نہیں کی۔ اور صاحب بدعت کو راہ نہیں دی۔" الخ

پس ان تمام روایاتِ حوالجات لغت پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ (۱) اہل و آل ہم معنے ہیں (۲) حضرت علیؑ و حضرت عباسؓ کے اہلبیت علیحدہ تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل بیت علیحدہ (۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعا کے ذریعہ سے جس طرح اہل بیت علیؑ کو اپنے اہل بیت میں شامل کیا۔ اسی طرح حضرت عباسؓ کے اہل بیت کو بھی اپنے اہل بیت میں شامل کیا (۴) جناب رسول خداؐ نے سلمان فارسیؓ وغیرہ کو بھی اپنے اہل بیت میں داخل فرمایا (۵) جناب علیؑ علیہ السّلام نے اپنے اخیر وقت میں حسنینؑ اور اپنے دیگر فرزندانؑ و جمیع اہل بیت کو جمع کر کے یہ وصیت فرمائی کہ تم کتاب خدا اور اہلبیت رسول خدا سے متمسک رہنا پس شیعہ صاحبوں کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ وہ اہل بیت رسول خدا کون ہیں۔ جن سے متمسک رہنے کا حکم جناب علیؑ نے حسنین اور اپنے دیگر فرزندان اور جمیع اہل بیت کو دیا اگر وہ غور کریں گے۔ اور تعصب کو چھوڑ کر انصاف اور حق پسندی سے کام لیں گے تو انشاء اللہ تعالےٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُن پر ظاہر ہو جائے گا۔ کہ وہ حقیقی اہل بیت رسول خدا ازواج مطہرات نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیونکہ حدیث کساء کے مطابق بزعم شیعہ اہلبیت ہیں صرف رسولِ خداؐ۔ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور حسنینؓ اہل ہیں مگر بوقت وصیت جناب علیؓ حضرت رسولِ خداؐ موجود نہ تھے۔ بہت مدت پیشتر وفات پا چکے تھے۔ حضرت فاطمہؓ بھی آنحضرتؐ کی وفات سے کوئی چھ مہینے بعد فوت ہو چکی تھیں۔ اور جناب علیؓ نے اپنی وفات کیوقت یہ وصیت تحریر کرائی تھی۔ ظاہر ہے کہ جناب علیؓ کی اس وصیت کے وقت حدیث کساء کے مصداق بزرگوں میں سے صرف حسنینؓ موجود تھے۔ اور انکو جناب علیؓ نے یہ وصیت فرمائی کہ تم کتاب خدا اور اہل بیت رسولِ خدا سے متمسک رہنا لہٰذا قطعاً اور یقیناً ثابت ہو گیا۔ کہ اہل بیت رسولِ خدا جناب علیؓ و فاطمہؓ و حسنینؓ کے علاوہ بھی ہیں پس شیعوں کا یہ دعوےٰ کہ اہل بیت نبیؐ صرف آل عبا خمسہ نجباہیں وصیّت جناب علیؓ سے باطل ثابت ہوا۔ اور اہل سنت کا حق پر ہونا روز روشن کیطرح ظاہر ہو گیا۔ فللّٰہ الحمد علےٰ وضوح الحق وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

از سید صادق حسین مختار عدالتؒ سکرٹری انجمن احمدیہ اٹاوہ

کامیابی

کامیابی ایک ایسا لفظ ہے جس کے معنوں سے عام طور پر ہمارے اہل ملک ناواقف ہیں اور یہی وجہ ہماری ناکامیوں کی ہے۔ ہمارے ملک میں کامیابی نام ہے روپے کا۔ کامیابی نام ہے اچھے کپڑے پہننے کا۔ اور اچھا کھانا کھانے کا۔ کامیابی نام ہے لوگوں پر تسلط پانے اور حکومت کرنے کا۔ مگر حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ غلط مفہوم کامیابی کا نہیں ہو سکتا۔ جن چیزوں کو ہم کامیابی قرار دیتے ہیں۔ انہی کو اپنا کام (یعنی مقصد) بنانا کامیابی کے راستہ میں روک ہوا کرتا ہے۔ یہ چیزیں خود کامیابی نہیں۔ بلکہ بعض دفعہ خود کامیابی کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہیں۔ اس غلط فہمی کیوجہ سے بعض لوگ پوچھ بیٹھا کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کیوں ناکام ہوئے۔ اور یزید کیوں کامیاب ہوا۔ حالانکہ اگر غور کرتے تو یزید باوجود مال و دولت اور جاہ وحشم کے ناکام رہا۔ اور حضرت امام حسینؓ باوجود شہادت کے کامیاب رہے کیونکہ انکا مقصد حکومت نہیں۔ بلکہ حقوق العباد کی حفاظت تھا۔ تیرہ سو سال گذر چکے ہیں مگر وہ اصول جس کی تائید میں حضرت امام حسینؓ کھڑے ہوئے تھے یعنی انتخاب خلافت کا حق اہل ملک کو ہے۔ کوئی بیٹا اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باپ کے بعد بطور وراثت اس حق پر قابض نہیں ہو سکتا۔ آج بھی ویسا ہی مقدس ہے۔ جیسا پہلے تھا۔ بلکہ ان کی شہادت نے اس حق کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے۔ پس کامیاب حضرت امام حسین ہوئے نہ کہ یزید؛

قرآن کریم نے نہایت مختصر الفاظ میں کامیابی کا گر بتایا ہے۔ اور میں اس کی طرف ناظرین کامیابی کو توجہ دلاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ واعد لہم جنٰت تجری تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا۔ ذالک الفوز العظیم" (سورہ توبہ رکوع ۱۳) یعنے وہ لوگ جو دوسروں سے آگے نکلنے اور اول رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی ہر اک چیز کو قربان کر دیتے ہیں۔ یا ایسے لوگوں کے ممد اور معاون ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو مذکورہ بالا جماعت کے نقش قدم پر پوری طرح چلنے کی کوشش کرتے ہیں خدا تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔ اور وہ خدا تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ اور اسی نے ان لوگوں کیلئے ایسے باغات تیار کئے ہیں۔ جن کے اندر نہریں بہتی ہیں۔ اور وہ ان میں بستے چلے جائیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے؛

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اصل کامیابی اللہ تعالےٰ کی رضا کا حصول ہے۔ آرام اور آسائش کا سامان اس کے نتیجہ میں ملتے ہیں خود موجود بالذات نہیں ہوتے۔ اور نیز یہ بتایا گیا ہے کہ کامیابی کا گر یہ ہے کہ کوئی قوم ان مقاصد عالیہ کے حصول کے لئے جو قربانی چاہتے ہیں۔ اور جن کا فائدہ بادی النظر میں انسان کی اپنی ذات کو نہیں بلکہ دوسروں کو پہنچتا ہے۔ دوسری اقوام سے آگے بڑھنے اور اول رہنے کی کوشش کرے یہی وہ گر ہے جسے ہماری قوم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ اور یہی وہ گر ہے جس کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ ہمارے اندر دولت مند بھی ہیں۔ اور صاحب جائیداد بھی لیکن باوجود اس کے ہم کامیاب نہیں۔ اسلئے کہ ہماری قوم اور ہمارے اہل ملک کی کوششیں اپنے نفس کی عزت اور اپنے آرام کے حصول کیلئے خرچ ہوتی ہیں لیکن کامیابی کا گر یہ ہے کہ قوم سب کی سب مہاجر ہو جائے۔ یعنی اپنے نفس کو بھلا کر ان کاموں میں لگجائے جو بنی نوع انسان کی مجموعی ترقی کا موجب ہوں۔ یا انصار بنجائے یعنی ایسے لوگوں کی مددگار اور معاون ہو جتنے کہ دنیا کا ہر ایک ملک اپنے گرد و پیش ایسے سامان دیکھے جن کے بغیر اس کا گذارہ مشکل تھا۔ اور جن کا حصول اسی قوم کی شدید قربانیوں کے بغیر ناممکن تھا۔ یہ قوم کامیاب ہوتی ہے۔ اور اس کا ذکر خیر دنیا سے کبھی نہیں مٹ سکتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے برادران وطن اسی صداقت کو سمجھ کر اسکی طرف پوری توجہ کرینگے۔ خالی نقل سے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جبتک کہ وہ بعض علوم و فنون میں السابقون الاولون ہونیکی کوشش نہیں کرینگے۔ اور دوسری اقوام کو اپنے پیچھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چلانے میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برابر ناکامی کا منہ دیکھتے رہینگے لیکن کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری سابقہ ناکامیابیاں ہمیں بیدار کردیں۔ کیا ہماری پستی کیلئے کوئی اور قعر مذلّت باقی ہے جس تک گرنا ہمارے لئے ضروری ہو کیا ہم بچپن کے زمانہ سے نکلکر شباب نہیں بلکہ پیری کا زمانہ ہی دیکھینگے۔ اور پھر نابالغ بنے رہینگے۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو بلکہ خدا کرے کہ ہماری قوم بیدار ہو کر مہاجرو انصار کا رنگ دکھاتی ہوئی دنیا کے ترقی کے میدان میں سابقون الاولون کے دوش بدوش کھڑی ہو۔ اور ہر ایک قربانی عارضی نہیں بلکہ مستقل اسپر آسان ہو۔ اور وہ کامیابی کے میدان میں ایک ایسی پائیدار یادگار چھوڑے جس کے نقش مرور زمانہ سے بھی نہ مٹ سکیں آمین اللھم آمین واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ؏

شذرات

سب سے زیادہ جمہوریت اسلام میں ہے

ڈاکٹر سرپی سی رائے جو ہندو جماعت کے ایک معزز ترین رکن ہیں اور سیاسی حیثیت سے بھی ملک میں انہیں خاص وقار حاصل ہے البرٹ ہال کلکتہ کے اس جلسہ میں صدر تھے۔ جو سیرت نبوی پر تقریریں کرنیکے لئے منعقد ہوا تھا۔ سرپی سی رائے نے صدر کی حیثیت سے ایک تقریر فرمائی جو انکی عالی دماغی کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اسلام دنیا کے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ جمہوری مذہب ہے۔ وہ عالمگیر برادری عالمگیر امن ورواداری اور خدمت بنی نوع انسان کی تعلیم دیتا ہے۔ اس نازک دور میں جبکہ فرقہ وارانہ افتراق نے اور سیاسی اختلافات نے ہمیں توڑ کر الگ الگ کر دیا ہے۔ ہندوستان کو اس رواداری اسپرٹ کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ دنیا میں آج کوئی ایسا مذہب نہیں۔ جو اس ایک ہی امتیاز کا دعوٰے کر سکے۔ عیسائیت بھی نہیں کر سکتی عیسائیوں میں بھی ایک قسم کی ذاتیں ہیں۔ محض وہی لوگ جو دولتمند ہیں پر تکلف ہیں اور امراء ہیں سینٹ پال کے کلیسا میں جا سکتے ہیں دوسرے لوگ اور خصوصًا وہ جو نئے عیسائی ہیں۔ وہاں نہیں جا سکتے۔ ان کے لئے علیحدہ عبادت گاہ بنی ہے۔ اب ذرا پلٹ کر دور مغلیہ کو دیکھو شہنشاہ کے برابر قلی سائیس اور فقیر کھڑے ہیں۔ اور دونوں جہان کے خدا کی سب ایک ساتھ عبادت کر رہے ہیں۔ آؤ اب ذرا ہندوؤں کو بھی دیکھیں ذات پات کی قیود کے موافق مقدس مندر میں بس براہمن ہی جا سکتا ہے۔ جو لوگ اس سے دوسرے درجہ پر ہیں وہ بس مندر کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر دیوتا کے درشن کر سکتے ہیں۔ میں ہندو ہوں لیکن اگر ہندو مذہب یہی ہے۔ تو خدا مجھے اس سے بچائے بنگال کی آبادی میں کثرت سے مسلمان ہیں یہ کسطرح ہوا اور یہ کیوں ہے؟ کیا جبرًا مسلمان کئے گئے؟ نہیں اس بات کا دعوٰے ہے کہ انکے اجداد ہندو تھے پھر یہ مسلمان کیونکر ہو گئے۔ اعلیٰ ذاتوں کے ہندوؤں کے مظالم سے انہوں نے انسانیت نواز اسلام کی گود میں امن پایا یہ وجہ ہے کہ بنگال میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اس وقت ہندوستان فرقہ وارانہ اور برادرانہ جنگ کیوجہ سے افتراق اور پھوٹ میں مبتلا ہے یہی وہ خاص وقت ہے کہ اسلام کی روح پھیلا دی جائے۔ ہم سرپی سی رائے کی کشادہ دلی حق پسندی اور اخلاقی جرأت کی جوش سے داد دیتے ہیں اور اس بات پر ناز کرتے ہیں کہ ہمارے وطنی بھائیوں میں کم از کم ایک شخص ایسا موجود ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے سارے غیر مسلم ہموطن ان صفات میں سرپی سی رائے کے شریک ہو جائیں (رحمت)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چند ضروری و مفید رسالے

معارف القرآن ۸/ براہین العقائد ۸/ الاستخلاف ۴/ کمالات احمدیہ ۶/ مقصد مذاہب ۱۲/
التشریح الصحیح ۶/ پیغام حق ۲/ مباحثہ سرگودہ ۶/ مجمع البحرین (اردو) ۴/ اسلام کی اندرونی تصویر ۳/
اسلامی قادر مطلق خدا اور آریہ سرو شکتیمان ۳/ بانی آریہ سماج کے اقوال میں تناقض ۲/
بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ دلائل عقلیہ و نقلیہ ۲/ مسیح موعود و امت محمدیہ ۱/ ذبیحہ گائے اور ہندوؤں
کے وید شاستر ۱/ آریہ سماجی اور گاندھی جی ۲/ نتیجہ سوراج اور واقعات قابل اندراج ۱/
چند کار آمد حوالے ۲/ کفارہ ۱/ انجمن تائید اسلام کے رسالہ کا جواب ۲/ عالمگیر مذہب

(مہتمم معیار) ۲/

صدر انجمن احمدیہ اخبارات

۱- احمدیہ گزٹ	نظارتوں کی رپورٹیں، اعلانات	ماہوار	عہ/ سالانہ
۲- الفضل	حضرت امام کے کلمات طیبات تقاریر خطبات جمعہ شائع کرتا ہے۔ ہفتہ میں دو بار		شے/ سالانہ
"	اس کا خاتم النبیین نمبر خدا کے فضل سے نکل چکا ہے قیمت بہ حجم ۲۶ سے ۱۰۰ تک ۴/		فی پرچہ ۵/
۳- ریویو آف ریلیجنز اردو	تائید احمدیت یعنی اسلام پر علمی مضامین	ماہوار	سے/ سالانہ
۴- " انگریزی	لنڈن سے نکلتا ہے	"	ٰ/ "
۵- سن رائز	نوجوانوں کو اسلام پر مضبوط رکھنے کے لئے	پندرہ روزہ	عا/ سالانہ عہ/ طلباء سے
۶- مصباح	خواتین سلسلہ احمدیہ کا اخبار مہینے میں دو بار		عا/ سالانہ

شرح اجرت اشتہارات

ریویو آف ریلیجنز اردو { کئی لاکھ کی احمدی جماعت کا واحد ماہوار رسالہ ہے اور اسکو نہایت ذوق شوق سے پڑھا جاتا ہے اور اسکے فائل مجلد محفوظ رکھے جاتے ہیں

اشتہار دینے والوں کے لئے بہترین موقع ہے۔ ضمیمہ ۲ صفحے ۱۲ سینکڑہ کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اجرت حسب ذیل

سالانہ	ایک صفحہ	۴۰ روپے	نصف صفحہ	۲۳ روپے
چھ ماہ	"	۲۳ روپے	"	۱۳ "
تین ماہ	"	۱۲ "	"	۷ "

فی اشاعت ایک صفحہ ۴ روپے۔ نصف صفحہ ۲ روپے۔ فی سطر ۴/

(مہتمم ریویو اردو قادیان)

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر ایس کے برمن کی

ٹریڈ مارک تارا رجسٹرڈ

سخت امراض کی
مجرّب پیٹنٹ دوائیں

دوا استعمال سے پہلے

رجسٹرڈ

دوا استعمال کے بعد

رجسٹرڈ

جوڑی بخار و طحال کی دوا

(پیتے ہی بخار کو دباتی اور تلی کو تحلیل کرتی ہے)
جوڑی بخار کے ناپاک اثر سے گانوؤں کے گانوؤں ویران اور خاندان کے خاندان لقمۂ اجل ہو گئے۔ ہماری اس دوا کے استعمال سے ہر سال لاکھوں انسانوں کی جانیں تلف ہونے سے بچ جاتی ہیں۔

سردی کا بخار فصلی یعنی ملیریا بخار۔ اکترا۔ تجاری چوتھیا وغیرہ ہر قسم کے بخار رفع ہو جاتے ہیں۔ نیز اس دوا سے خون گاڑھا اور جسم میں قوّت بڑھتی ہے۔

قیمت فی شیشی (خورد) نو آنہ ۹/ محصولڈاک آٹھ آنہ ۸/
" (کلاں) پندرہ آنہ ۱۵/ " گیارہ آنہ ۱۱/

اصلی عرق کافور

(ہیضے کی مشہور طبیہ دوا)

ہر عیال دار کو اپنے مکان میں رکھنا چاہیئے۔ کتنے ہی زور کا ہیضہ پھیلا ہو سقے و دست برابر جاری ہوں۔ عرق کافور پیتے ہی بند ہو جائینگے۔ گرمی کے دست و مروڑ وغیرہ میں جب ضرورت ہو بلا تامل پلائیے۔ ہیضے کے ایام میں روزانہ دو تین قطرے استعمال کرنے سے ہیضے میں مبتلا ہونے کا احتمال نہیں رہتا۔ قیمت فی شیشی ۶/ محصولڈاک ۶/

نوٹ: ہماری دوائیں سب جگہ فروخت ہوتی ہیں۔ اپنے مقام میں خریدنے سے وقت اور ڈاک خرچ میں کفایت ہوگی۔

(صیغہ نمبر ۱۷۱) پوسٹ بکس نمبر ۴ ۵ ۵ کلکتہ

ایجنٹ:- شیخ محمد وارث رحمت علی مرچنٹ گورداسپور (پنجاب)